ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

قیصر و کسریٰ

نسیم حجازی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

قیصر و کسریٰ

PDFBOOKSFREE.PK



نسیم حجازی

جہانگیر بک ڈپو
• لاہور • راولپنڈی • ملتان • حیدرآباد • کراچی

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

پہلا حصّہ



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

پیاسی ریت

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

باب (۱)

ایک روز، دوپہر سے کچھ پہلے عاصم اور عباد یروشلم سے کوئی پانچ کوس دور پھر اُس سرائے کے قریب پہنچ چکے تھے، جہاں انہوں نے چند ہفتے قبل دمشق جاتے ہوئے ایک رات قیام کیا تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے عاصم اُن تندرست اور توانا لوگوں میں سے تھا جو بچوں میں جوان اور جوانوں میں کمسن دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم اُس کا خوبصورت چہرہ اُن طوفانوں سے آشنا معلوم ہوتا تھا جو ایک نوجوان کو قبل از وقت سنجیدہ بنا دیتے ہیں۔ اپنے لباس سے وہ ایک عالی نسب عرب معلوم ہوتا تھا اور اس کی سیاہ اور چمکیلی آنکھیں شوخی، ذہانت اور غرور کے علاوہ اُس حوصلے اور خود اعتمادی کی آئینہ دار تھیں جو عمر کا ایک حصّہ ناہموار اور پر خطر راستوں پر گزارنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ وہ ترکش کمان اور تلوار سے سجا، ایک خوبصورت کمیت گھوڑے پر کچھ اس انداز سے بیٹھا تھا کہ اگر اُس کے دائیں بائیں مسلّح دشمن کی صفیں ہوتیں تو بھی اُس کی خود اعتمادی میں فرق نہ آتا۔ یا اگر وہ ایک عرب کی بجائے کسی رومی سپاہی کے لباس میں ہوتا اور اُس کے پیچھے ایک غلام کی بجائے سواروں کی فوج ہوتی تو اُس کی بیباک نگاہیں اس فوج کی فتح کی ضمانت سمجھی جاتیں تاہم اگر یہ نوجوان کسی گزرگاہ پر چند اچھلتے، کودتے اور ہنستے کھلکھلاتے بے فکر لڑکوں کے سامنے نمودار ہوتا تو تماشائی اُس کے سپاہیانہ انداز کی بجائے اُس کی مسکراہٹیں دیکھنا اور اُس کے قہقہے سننا زیادہ پسند کرتے۔

عباد، اُس کا دراز قامت اور بھاری بھرکم غلام جو عمر میں اُس سے دس بارہ سال بڑا معلوم ہوتا تھا۔ ایک اونٹ پر سوار تھا اور دوسرے اونٹ پر جس کی نکیل عباد کے اونٹ کی دم سے بندھی تھی، سامان

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

لدا ہوا تھا۔

سرائے کی چار دیواری باہر سے ایک قلعے کی فصیل معلوم ہوتی تھی۔ عباد اور عاصم دروازے کے سامنے اتر پڑے اور اپنے گھوڑے اور اونٹوں سمیت اندر داخل ہوئے۔ سرائے کی دو منزلہ عمارت زیادہ بڑی نہ تھی لیکن صحن خاصا کشادہ تھا۔ برآمدے کے آگے لکڑی کے ستونوں پر کھجور کے تنوں اور پتوں کی چھت کے نیچے عام مسافروں کے لئے ایک طرف چٹائیاں بچھی تھیں اور دوسری طرف چند بوسیدہ میزیں اور تخت پڑے تھے۔ باقی صحن میں جگہ جگہ انجیر اور زیتون کے درخت تھے۔ بائیں ہاتھ کی دیوار کے ساتھ ایک طویل چھپر اصطبل کا کام دیتا تھا، جس کے اندر چند گھوڑے اور باہر چند اونٹ بندھے ہوئے تھے اور قریب ہی چند مسافر درختوں کی چھاؤں میں سستا رہے تھے۔

چار یہودی ایک میز کے گرد بیٹھے جوا کھیل رہے تھے۔ اُن سے تھوڑی دور ایک قوی ہیکل شامی جو اپنی قیمتی قبا اور عمامے سے کسی قبیلے کا رئیس معلوم ہوتا تھا، شراب پی رہا تھا اور ایک حبشی غلام ادب سے سر جھکائے اس کے قریب کھڑا تھا۔ شامی تلوار اور خنجر سے مسلح تھا اور شراب کے اثر سے اُس کے چہرے کی خشونت درندگی میں تبدیل ہو رہی تھی۔

تیسری میز پر قبرص کے دو عیسائی، جو یروشلم کی زیارت کے لئے آئے تھے، کھانا کھا رہے تھے اور سرائے کا مالک، ایک شگفتہ مزاج مصری، جس کا نام فرمس تھا، اُن سے باتیں کر رہا تھا۔

جب عاصم اور عباد اپنے گھوڑے اور اونٹوں کو درختوں سے باندھ رہے تھے۔ فرمس اچانک اُن کی طرف متوجہ ہوا اور جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔ "اگر آپ یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ان اونٹوں کو یہاں باندھنے کی بجائے چرنے کو باہر چھوڑ دیں۔ میں ان کی حفاظت کے لئے ایک نوکر بھیج سکتا ہوں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "نہیں ان پر سامان لدا ہے اور ہم یہاں سے ابھی روانہ ہو جائیں گے، میں عرب تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں۔ یہ لوگ غطفان اور کلب قبائل سے تعلق رکھتے ہیں، کئی منزلوں تک میرا اور اُن کا راستہ ایک ہوگا۔ وہ مجھ سے چار دن پہلے روانہ ہو گئے تھے، شاید آپ کو اُن کے متعلق کچھ معلوم ہو ــــ"

فرمس نے جواب دیا۔ "وہ کل ہی یہاں سے گزرے ہیں اور یروشلم میں ایک دو ہفتے ضرور قیام کریں گے۔"

عاصم نے کہا ــــ "نہیں وہ ایک دن سے زیادہ وہیں ٹھہریں گے۔ عرب میں امن کے ایام ختم ہونے کو ہیں اور میری طرح اُن کے لئے بھی کسی تاخیر کے بغیر گھر پہنچنا ضروری ہے۔ میں آج شام تک یروشلم پہنچنا چاہتا ہوں، آپ ہمارے لئے کھانے کا انتظام کر دیجئے۔ اور اگر آپ کا نوکر، جس نے پچھلی مرتبہ میرے گھوڑے کی نعل بندی کی تھی، فارغ ہے تو اُسے بلا دیجئے۔ میں نئے نعل لگوانا چاہتا ہوں اور ایسا کاریگر مجھے راستے میں کہیں اور نہیں مل سکے گا۔"

"یہ کام ابھی ہو جائے گا۔ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کا سفر کیسا رہا؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "دمشق میں میرے گھوڑے بہت اچھی قیمت پر فروخت ہوئے تھے۔ لیکن جنگ کے باعث وہاں تلواروں کی قیمت بھی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے میں نے صرف چند تلواریں خریدنے پر اکتفا کیا ہے اور باقی سرمائے سے ریشمی کپڑا خرید لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ کپڑے کی تجارت سے مجھے اچھا خاصا نفع ہوگا اور پھر اگر مزید تلواروں کی ضرورت پیش آئی تو ہم موتہ سے سستی قیمت پر منگوا سکیں گے۔"

فرمس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے وطن پہنچ کر تم یہ سنو کہ تمہاری جنگ ختم ہو چکی ہے اور تمہیں مزید تلواریں خریدنے کی ضرورت نہیں۔"

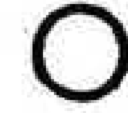
عاصم نے جواب دیا۔ "ہم واقعی جنگ سے تنگ آ چکے ہیں اور دونوں قبائل کے بیشتر خاندان امن کے خواہش مند ہیں۔ لیکن میرا خاندان اُن میں سے نہیں ہے۔ میرے لئے اِس سے بُری خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اوس اور خزرج کی جنگ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور میں اپنے باپ اور بھائیوں کے خون کا بدلہ نہیں لے سکتا۔ میرے چچا نے مجھے صرف اس لئے تلواریں خریدنے بھیجا تھا کہ ہمارے قبیلے کے دولت مند لوگ جن کے پاس تلواریں ہیں لڑائی سے منہ پھیر چکے ہیں اور غریب جن کی حمیت ابھی تک زندہ ہے۔ یہودی تاجروں کو تلواروں کی منہ مانگی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تلواریں حاصل کر لینے کے بعد جب چند آدمی میدان میں نکل آئیں گے تو قبیلے کا کوئی آدمی گھر میں نہیں بیٹھ سکے گا ــــ"

فرمس نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "تم اپنا بہترین گھوڑا واپس لے آئے ہو۔ اگر اب بھی اپنا ارادہ بدل سکو تو میں اسے خریدنے کے لئے تیار ہوں۔"

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

عاصم نے جواب دیا۔"اگر اسے فروخت کرنے کی نیت ہوتی تو میں پہلے ہی انکار نہ کرتا۔ آپ کی طرح دمشق میں بھی کئی خریدار اس کی مُنہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے، لیکن یہ میرا بہترین دوست ہے۔"

فرمس نے کہا۔"بہت اچھا اگر یہ گھوڑا تمہیں اتنا ہی عزیز ہے تو میں اصرار نہیں کرتا۔ آؤ، میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"



عاصم فرمس کے ساتھ چل دیا۔ لیکن چند قدم چلنے کے بعد اُس نے مُڑ کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آؤ عباد!"

عباد اپنے نوجوان آقا کے ساتھ خاصا بے تکلف تھا، لیکن دوسروں کی موجودگی میں اُسے ایک غلام کی حدود سے تجاوز کرنا پسند نہ تھا۔ اُس نے کہا۔"نہیں جناب آپ میرا کھانا یہیں بھجوا دیجئے۔"

فرمس نے پوچھا۔"آپ نے یہ غلام کہاں سے حاصل کیا؟"

عاصم نے جواب دیا۔"جب یہ سات آٹھ سال کا تھا، تو اسے میرے والد نے یمن کے ایک یہودی تاجر سے خریدا تھا، اس وقت تک میں پیدا بھی نہیں ہؤا تھا۔"

فرمس اپنے ایک نوکر کو گھوڑے کی نعل بندی کرانے اور دوسرے کو کھانا لانے کا حکم دے کر عاصم کے ساتھ چھپّر کے نیچے بیٹھ گیا۔

عاصم نے کہا۔"آپ کو یاد ہے، میں ایک مرتبہ پہلے بھی یہاں آیا تھا؟"

"کب؟"

"کوئی چار سال قبل میں نے اپنے والد کے ساتھ یہاں تین دن قیام کیا تھا اس کے بعد ہم ایک قافلے کے ہمراہ دمشق چلے گئے تھے۔ قریباً چھ مہینے وہاں گزارنے کے بعد ہم واپسی پر بھی ایک دن یہاں ٹھہرے تھے۔"

فرمس نے کہا۔"مجھے یاد نہیں۔ لیکن پچھلی مرتبہ سریانی میں تمہاری گفتگو سننے کے بعد میرا اندازہ تھا کہ تم پہلے بھی ان علاقوں کی سیاحت کر چکے ہو۔"

عاصم نے کہا میں غیر زبانیں دیکھنے کے معاملہ میں خاصا تیز ہوں ——— چنانچہ دمشق میں چھ مہینے بعض یہودیوں سے میل جول کے باعث میں نے اُن کی زبان میں بھی شُدبُد پیدا کر لی تھی۔"

دوسری میز پر جؤا کھیلنے والے یہودیوں میں سے ایک آدمی اُٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر عاصم سے کہا "نوجوان! ہمارے ساتھ قسمت آزمائی نہیں کرو گے؟"

"نہیں، میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت قسم کھائی تھی کہ اپنا عہد پورا کرنے سے پہلے میں جؤا کھیلوں گا، نہ شراب کو ہاتھ لگاؤں گا۔"

"تو پھر تم عرب نہیں ہو سکتے۔"

عاصم نے کہا۔"اگر تمہیں اصرار ہے تو میں تمہارے ساتھ جؤا کھیلے بغیر بھی اپنے عرب ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

یہودی نے عاصم سے اُلجھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور کچھ کہے بغیر اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔

اچانک شامی رئیس جو شراب کی صراحی خالی کر چکا تھا، اپنی جگہ سے اُٹھا اور یہودیوں کے قریب جا کر بولا۔

"میں تمہارے ساتھ قسمت آزمائی کو تیار ہوں۔"

یہودی پریشان ہو کر اس دیو قامت انسان کی طرف دیکھنے لگے، بالآخر اُن میں سے ایک نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا۔"نہیں جناب! ہم غریب یہودی ایک معزز شامی کے ساتھ بازی لگانے کی جسارت نہیں کر سکتے ———"

شامی نے اُس کی گردن دبوچ کر کُرسی سے نیچے پھینک دیا اور گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔"اگر تم یہودی ہو تو تمہیں ہمارے برابر بیٹھنے کی جُرأت کیسے ہوئی؟"

دوسرے یہودی نے کہا۔"جناب یہ ایک سرائے ہے اور آپ کو یہاں ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کرنی چاہیئے ———"

"میں تمہاری کھال اتار دوں گا۔" شامی نے یہ کہہ کر اُس کے مُنہ پر تھپڑ رسید کیا اور وہ بھی اپنے ساتھی کی طرح کُرسی سے گر پڑا۔ ؛ ی دو بھاگ کر چند قدم کے فاصلے پر جا کھڑے ہوئے اور شرابی نے نشے کی حالت میں فحش گالیاں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

بکنا شروع کر دیں۔

"یہ کون ہے؟" عاصم نے دبی زبان میں فرمس سے سوال کیا۔

"یہ ایک شامی قبیلے کا رئیس ہے، یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے اسے اپنی سرائے میں ٹھہرا لیا ہے۔ یہ صبح سے شراب کی دو صراحیاں خالی کر چکا ہے۔ اور وہ مسافر جو سائبان سے دُور بیٹھے ہیں، کئی بار اس کی گالیاں سُن چکے ہیں۔ اگر یہ پڑوس کے ایک خونخوار قبیلے کا رئیس نہ ہوتا تو یہ مسافر اِس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے۔ میں نے اپنا ایک آدمی یروشلم بھیج دیا ہے، وہاں ایک رُومی افسر میرا دوست ہے، اگر اُس نے کسی سپاہی کو روانہ کر دیا تو اس کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔"

شامی رئیس نے گرے ہوئے یہودی کو چند لاتیں رسید کرنے کے بعد واپس آکر خالی صراحی اُٹھائی، اُسے پیالے میں الٹ کر دیکھا اور پھر فرمس کی طرف متوجہ ہو کر چلایا۔ "کیا دیکھ رہے ہو یہ صراحی خالی ہو چکی ہے۔"

فرمس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "جناب آپ بہت پی چکے ہیں۔"

شامی نے گرج کر کہا۔ "کیا بکتے ہو؟"

"جناب میں .... میں نے یہ کہا ہے کہ شراب ختم ہو چکی ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں تمہاری سرائے اور تمہارے گھر کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" شامی برآمدے کی طرف بڑھا فرمس کے چار نوکروں نے بھاگ کر اُس کا راستہ روکنے کی کوشش کی، لیکن اُس نے اچانک تلوار نکال لی اور وہ بدحواس ہو کر ایک طرف ہٹ گئے۔

فرمس نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا۔ "دیکھئے جناب آپ بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اندر نہیں جانے دوں گا؟"

شامی نے اچانک اپنی تلوار سیدھی کر لی اور فرمس سراسیمگی کی حالت میں اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹتا ہوا برآمدے کے ستون سے جا لگا۔ شامی جس کی تلوار کی نوک اُس کے سینے پر تھی، قہقہے لگا رہا تھا۔ فرمس کے نوکر بے بسی کی حالت میں چیخیں مار رہے تھے۔ شامی اور اس کا حبشی غلام جو تلوار نکال کر اپنے آقا کی مدد کے لئے پہنچ چکا تھا، انہیں ڈرا دھمکا کر چند قدم دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

فرمس چلایا۔ "خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ میں ایک غریب الوطن مصری ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ زیادہ نشے کی حالت میں آپ کے لئے سفر کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں شراب کا پورا مٹکا پیش کرنے کو تیار ہوں۔"

شامی نے تلوار کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ذلیل آدمی اپنی زبان بند کرو ورنہ ......" فرمس شامی کے الفاظ سے زیادہ اپنی شاہ رگ پر اُس کی تلوار کا دباؤ محسوس کر کے خاموش ہو گیا، اب شامی کبھی اپنا ہاتھ پیچھے کر لیتا، اور کبھی اپنی تلوار کی نوک اُس کے پیٹ، سینے، گردن یا چہرے کے قریب لے جاتا۔ تماشائی جو پہلے یہ سمجھ رہے تھے کہ فرمس کا آخری وقت آچکا ہے، اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ مہیب صورت انسان صرف اپنی زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اچانک برآمدے سے ایک نوعمر لڑکی نمودار ہوئی اور اُس نے چیخیں مارتے ہوئے آگے بڑھ کر شامی کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دیو قامت آدمی نے اپنا ہاتھ جھٹک دیا اور وہ ایک طرف گر پڑی۔

فرمس چلایا۔ "انطونیہ! انطونیہ! خدا کے لئے یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

لڑکی نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن شامی نے اچانک بائیں ہاتھ سے اُس کے بال پکڑ لئے، ایک عورت جو صورت سے اس لڑکی کی ماں معلوم ہوتی تھی چیخیں مارتی آگے بڑھی اور آس پاس جمع ہونے والے لوگوں کو مدد کے لئے پکارنے لگی۔ شامی دوبارہ اپنی تلوار فرمس کی گردن پر رکھتے ہوئے چلایا۔ "اگر اس عورت نے اپنی زبان بند نہ کی تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

عورت خاموش ہو گئی۔ اچانک عاصم جس کے لئے یہ کھیل ناقابل برداشت ہو چکا تھا، تلوار سونت کر شامی کے قریب پہنچا اور بولا۔ "میں نے آج تک اتنا بزدل آدمی نہیں دیکھا۔"

شامی نے مڑ کر عاصم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اگر یہ بزدل نہ ہوتا تو میں پہلے ہی وار میں اس کی گردن اڑا دیتا۔"

عاصم نے کہا۔ "بزدل یہ نہیں، تم ہو۔"

شامی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا۔ اُس نے کہا۔ "تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو؟ یہ جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"ہاں میں تمہیں جانتا ہوں تم ایک وحشی ہو، جسے ایک نہتے مرد اور ایک بے بس لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے شرم نہیں آتی۔"

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

شامی نے غضب ناک ہو کر لڑکی کو ایک طرف دھکیل دیا اور پھر پے درپے عاصم پر کئی وار کیے۔ عاصم اُس کے وار تلوار پر روکتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹا لیکن جب اُس نے جوابی حملہ کیا تو شامی کا جوش و خروش پریشانی اور اضطراب میں تبدیل ہونے لگا۔ تماشائی جو کچھ دیر پہلے دم بخود کھڑے تھے اب تحسین کے نعرے لگا رہے تھے۔ شامی کے غلام نے اپنے آقا کو پیچھے ہٹتا دیکھ کر عقب سے عاصم پر وار کرنے کی کوشش کی لیکن عباد نے بھاگ کر اُس کی گردن پر مُکا مارا اور وہ زمین پر گر پڑا، عباد نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور ایک پاؤں اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اطمینان سے یہاں لیٹے رہو۔"

تھوڑی دیر بعد جب شامی ایک تھکے ہوئے گھوڑے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ چھ سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے سرائے میں داخل ہوئے اور کسی توقف کے بغیر گھوڑوں سے کود پڑے۔ فرمس بھاگ کر آگے بڑھا اور اُس نے ایک بارعب آدمی سے جو رومی فوج کا بڑا عہدہ دار معلوم ہوتا تھا مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ ذرا دیر سے تشریف لائے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ سے پہلے میری حفاظت کے لئے یہاں ایک فرشتہ پہنچ جائے گا ورنہ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ اگر یہ شریف عرب یہاں نہ پہنچتا تو اس وقت آپ یہاں میری لاش دیکھتے۔"

رومی افسر جس کی نگاہیں صحن میں داخل ہوتے ہی عاصم اور اُس کے حریف پر مرکوز ہو چکی تھیں، کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھا لیکن لڑائی کا رنگ دیکھ کر اُس نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس نہ کی اور اُس کے ہاتھ کا اشارہ پاکر اُس کے ساتھی بھی تماشائیوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

عاصم نے پے درپے حملوں کے بعد شامی کو ہر طرف سے دھکیل کر اُس ستون سے لگا دیا جہاں کچھ دیر پہلے فرمس انتہائی بے بسی اور مایوسی کی حالت میں کسی معجزے کا انتظار کر رہا تھا۔ عاصم نے اُس کے جسم کی بجائے صرف اُس کے لباس کو اپنا ہدف بنانے پر اکتفا کیا تھا۔ چنانچہ شامی کی بیش قیمت قبا کئی جگہ سے چاک ہو چکی تھی، تھکاوٹ اور شراب کے نشے سے چور ہونے کے باعث ہر آن اُس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

عاصم نے اپنی تلوار کی نوک سے اُس کا عمامہ ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "شراب کا نشہ گیدڑوں کو شیر نہیں بنا سکتا۔ اگر تم چاہو تو تلوار پھینک کر اپنی جان بچا سکتے ہو۔"

عاصم کے یہ الفاظ اُس کے حریف کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوئے اور وہ اپنی رہی سہی قوت بروئے کار

لاتے ہوئے ایک زخمی درندے کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا، لیکن یہ ایک اندھے جوش کا آخری مظاہرہ تھا۔ عاصم کو چند قدم پیچھے ہٹانے کے بعد شامی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ چند ثانیے ہوا میں اندھا دُھند تلوار گھمانے کے بعد اوندھے مُنہ گر پڑا۔

رُومی افسر جلدی سے آگے بڑھا اور اُس نے عاصم کا بازو پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "نوجوان! تم نے ایک شریف آدمی کی مدد کی ہے اور میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں ذرا دیر سے پہنچا اور یہ پورا تماشا نہیں دیکھ سکا۔ تم نے ایک مست ہاتھی کو پچھاڑا ہے۔"

عاصم کو قدرے پریشان دیکھ کر فرمس نے رومی افسر کی ترجمانی کر دی اور اُس نے سریانی میں جواب دیا۔ "یہ صرف شراب سے مدہوش تھا اور اسے پچھاڑ کر مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔"

فرمس نے کہا۔ "تم اسے نہیں جانتے۔ لیکن میں اس کے متعلق سب کچھ سُن چکا ہوں۔ تیغ زنی میں اس علاقے کے تمام قبائل اس کا لوہا مانتے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "تو پھر مجھے اس بات کا افسوس ہونا چاہیئے کہ آج یہ ہوش میں نہیں تھا۔"

رومی افسر نے سریانی زبان میں کہا۔ "تم بہادر بھی ہو اور شریف بھی، اگر پسند کرو تو ہماری فوج میں تمہیں عزت کی جگہ مل سکتی ہے۔"

"شکریہ لیکن میں اپنے گھر جا رہا ہوں اور وہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میں عرب سے آیا ہوں اور میرا گھر یثرب میں ہے۔"

رومی نے کہا۔ "میرا نام پطلیوس ہے۔ اگر تم یروشلم سے گزرتے ہوئے میرے پاس قیام کرو تو مجھے خوشی ہو گی۔"

"شکریہ لیکن میں وہاں نہیں ٹھہر سکوں گا۔ میں بلا تاخیر اپنے گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔"

رُومی نے کہا۔ "فرمس میرا دوست ہے اور تم نے اس کی جان بچائی ہے۔ اب مجھے یہ پوچھنا ہے کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

فرمس کے دو مسافروں میں سے ایک نے رومی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب اس نے ہم سب کی جان بچائی ہے

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ہم قبرص سے آئے ہیں اور یہ بات ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ رومی حکومت نے اس قسم کے وحشی انسانوں کو اتنی آزادی دے رکھی ہے۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک درندہ اپنے پنجرے سے باہر نکل آیا ہے۔"

ایک یہودی نے فریاد کی۔"جناب اِس وحشی نے ایک معصوم لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بھی شرم محسوس نہیں کی۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ شراب کے نشے میں ہم سب کو قتل کر ڈالے گا۔"

تمام مسافر باری باری شامی کے خلاف اپنے غم اور غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن عباد جس نے شامی کے گرتے ہی اُس کی تلوار چھین لی تھی اب لوگوں کو رومی افسر کی طرف متوجہ دیکھ کر تلوار کی نیام اور خنجر پر قبضہ کر چکا تھا۔ حبشی غلام خوفزدہ ہونے کے باوجود زیادہ دیر اپنے آقا کی بے بسی کا تماشا نہ دیکھ سکا اور جب عباد نے شامی کی قبا کے اندر ہاتھ ڈال کر سکوں سے بھری ہوئی تھیلی بھی نکال لی تو اُس نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن عباد ایک ہی جھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑا کر اٹھا اور حبشی کو دھکا دے کر چند قدم پیچھے ہٹا دیا۔ اس کے بعد حبشی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، تاہم اُس نے شور مچا کر حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"یہ کون ہے؟" رومی افسر نے برہم ہو کر پوچھا۔

فرمس نے جواب دیا۔"جناب یہ اس وحشی کا غلام ہے۔"

حبشی نے عباد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رومی افسر سے فریاد کی۔"جناب اس نے میرے آقا کی تلوار اور خنجر چھین لئے ہیں۔ اِس نے میرے آقا کی تھیلی بھی نکال لی ہے اور میری تلوار بھی چھین لی ہے۔ جناب میرے آقا ہوش میں آتے ہی میری کھال اُدھیڑ دیں گے۔ اُن کی تلوار بہت قیمتی ہے جناب!"

رومی نے جواب دیا۔"تمہارے آقا کو یروشلم کے قید خانے میں ہوش آئے گا۔ اور ہم اِسے رہا کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیں گے کہ تم اُس کے عتاب سے محفوظ ہو۔ اب اگر اس کا گھوڑا یہاں موجود ہے تو اسے اُس پر لاد دو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

حبشی خاموش ہو گیا، لیکن جب عباد تلوار اٹھا کر نیام میں کرنے لگا تو وہ دوبارہ چلّا اٹھا۔"جناب میرے آقا ہوش میں آتے ہی اپنی تلوار کے متعلق پوچھیں گے۔ یہ بہت قیمتی ہے اور اس نے میری تلوار بھی کہیں چھپا دی ہے۔ اس نے میرے آقا کا خنجر اور تھیلی بھی کہیں غائب کر دی ہے۔"

رومی نے آگے بڑھ کر عباد کے ہاتھ سے تلوار لے لی، اُسے نیام سے نکال کر عباد سے پوچھا۔"تم کون ہو؟"

عباد کی بجائے عاصم نے جواب دیا۔"جناب یہ میرا غلام ہے۔ اور ہمارے ملک میں غلام اپنے آقا کے مغلوب کردہ دشمن کی تلوار پر قبضہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن یہ شامی چونکہ آپ کی رعیت ہے، اس لئے اس کے سامان کے متعلق آپ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

رومی نے مسکرا کر عاصم کی طرف دیکھا اور تلوار نیام میں کر کے عباد کو واپس دیتے ہوئے کہا۔"یہ تلوار بہت خوبصورت ہے لیکن میں ایک بہادر آدمی کو اُس کی فتح کے انعام سے محروم نہیں کر سکتا۔"

عاصم نے عباد سے کہا۔"عباد ہمیں صرف تلواروں کی ضرورت تھی۔ تھیلی واپس کر دو۔"

عباد کو مذبذب دیکھ کر فرمس نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس کی اور رومی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔"جناب میرے اصطبل میں ان کے دو خوبصورت گھوڑے بھی بندھے ہوئے ہیں، ان کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟"

رومی نے مسکرا کر جواب دیا۔"گھوڑوں کا مالک بے ہوش ہے اور رومی حکومت ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتی مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میری آمد سے قبل اس وحشی کو قتل کیوں نہیں کر دیا گیا تھا۔ لیکن آپ مطمئن رہیں، آئندہ یہ اس سرائے کا رُخ نہیں کرے گا۔"

شامی کے غلام نے کہا۔"جناب آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ میں اپنے آقا کو گھوڑے پر لاد کر آپ کے ساتھ چلوں۔"

رومی نے جواب دیا۔"تمہارے آقا کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کی ضرورت ہے، جب اسے ہوش آ جائے گا تو اس کے لئے یروشلم کے قید خانے تک چلنا مشکل نہیں ہو گا۔"

ایک یہودی چلایا۔"جناب وہ ابھی سے ہوش میں آ رہا ہے۔"

تماشائیوں کی نگاہیں اچانک شامی پر مرکوز ہو گئیں، اس نے کروٹ بدلی پھر اٹھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا کر بیٹھ گیا ——— فرمس کا ایک نوکر پانی کا مٹکا اٹھا لایا اور اُس کے سر پر انڈیل دیا۔ شامی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اب فرمس کے دوسرے نوکر بھی باری باری پانی کے مٹکے لا کر اُس کے سر پر انڈیل رہے تھے اور تماشائی قہقہے لگا رہے تھے۔

فرمس نے رومی افسر سے کہا۔"جناب آپ تشریف رکھیں میں آپ کے لئے اپنی بہترین شراب منگواتا ہوں۔"

رومی افسر ایک میز کے قریب بیٹھ گیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

فرمس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔"آپ بھی تشریف رکھئے! میں آپ کے لئے کھانا بھجواتا ہوں۔"

عاصم نے رومی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ یہ دو تلواریں میرے لئے بہت بڑا انعام ہیں۔"

"لیکن میں نے دوسری تلوار نہیں دیکھی۔"

"وہ میرے غلام نے کہیں چھپا دی ہے۔"

"میں نے ایک عرب کو پہلی بار لڑتے دیکھا ہے۔ تمہاری فوج یقیناً بہت اچھی ہوگی۔"

"جناب عرب میں فوج نہیں ہوتی۔"

"عرب میں فوج نہیں ہوتی تو وہاں حکومت کیسے چلتی ہے؟"

"وہاں حکومت بھی نہیں ہوتی۔"

"وہاں فوج بھی نہیں ہوتی۔ حکومت بھی نہیں ہوتی، پھر سلطنت کا کاروبار کیسے چلتا ہے؟"

"جناب عرب کسی سلطنت کا نام نہیں۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہارا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔"

"نہیں۔"

رومی نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔"تو پھر وہاں کیا ہوتا ہے؟"

"وہاں صرف قبائل یا خاندان ہیں۔"

"سلطنت، حکومت اور فوج کے بغیر قبائل یا خاندان کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اُن کے درمیان امن کیسے قائم رہ سکتا ہے؟"

"جناب امن کا لفظ ہمارے کانوں کے لئے اجنبی ہے۔ قدرت نے ہمیں صرف مرنے اور مارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ عرب سے باہر میں نے ایک سلطنت کو دوسری سلطنت سے لڑتے دیکھا ہے لیکن وہاں صرف قبیلوں کے درمیان جنگیں ہوتی ہیں۔ عجم کے بادشاہوں کی جنگیں ایک کی فتح اور دوسرے کی شکست کے بعد ختم ہو سکتی ہیں لیکن ہماری جنگیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔"

"قبیلوں کی جنگ تو صرف ایک مضبوط حکومت ہی ختم کر سکتی ہے۔"

"لیکن ہم کسی ایسی حکومت کا تصور نہیں کر سکتے جو ہمیں لوٹ مار اور قتل و غارت کی آزادی سے محروم کر دے۔"

"لیکن تم مجھے ایک قاتل یا لٹیرے نظر نہیں آتے۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر میرے خاندان کے کسی آدمی کا قاتل یہاں ہوتا تو آپ کو میری صورت بہت مختلف نظر آتی ——"

ایک عمر رسیدہ یہودی جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد سوال کیا۔"جناب محاذِ جنگ سے کوئی تازہ خبر آئی ہے؟"

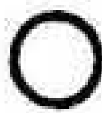
پطیوس نے قہر آلود نگاہوں سے یہودی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"تم کیسی خبر سننا چاہتے ہو؟"

یہودی نے بدحواس ہو کر جواب دیا۔"جناب ہم صرف آپ کی فتح کی خوش خبری سننا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آرمینیا کی سرزمین ایرانی افواج کا قبرستان ثابت ہوگی۔"

پطیوس نے کہا۔"میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن محاذِ جنگ کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ایرانی لشکر جس علاقے میں داخل ہوتا ہے، وہاں کے یہودی اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے مستقبل کے لئے کوئی پریشانی نہیں، ہمیں اپنی طاقت پر بھروسا ہے لیکن تم لوگوں کو روم اور ایران کی جنگ سے دلچسپی لینے کی بجائے یہ سوچنا چاہیئے کہ بیرونی حملہ آوروں سے نبٹنے کے بعد جب ہم اپنے داخلی دشمنوں کی طرف توجہ کریں گے تو تمہارا انجام کیا ہوگا۔"

"جناب اگر آرمینیا کے یہودی گمراہ ہو چکے ہیں تو وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے لیکن آپ جیسے نیک دل حاکم کو ہماری وفاداری پر شبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ شام کے تمام یہودیوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

یہودی دوبارہ ادب سے سلام کرنے کے بعد الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گیا۔



تھوڑی دیر بعد عاصم کھانا کھانے اور رومی افسر پطیوس شراب پینے میں مشغول تھا اور فرمس ان کے قریب بیٹھا تھا۔ پطیوس نے شراب کا ایک جام پینے کے بعد میز سے صراحی اٹھائی اور دوسرا جام بھرتے ہوئے عاصم سے مخاطب ہوا۔"یہ شراب بہت اچھی ہے۔ اگر تم چند گھونٹ پی لیتے تو تمہاری تھکاوٹ دور ہو جاتی۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

عاصم نے جواب دیا "گھر سے نکلتے وقت میں نے اپنے والد اور بھائیوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ میں اُن کے قاتلوں سے انتقام لئے بغیر شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور میں اپنے عہد پر قائم رہنا چاہتا ہوں۔ اپنا فرض ادا کرنے کے بعد میں اچھی اور بُری شراب میں تمیز نہیں کروں گا۔"

عاصم اور فرمس سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد بطلیوس نے اُن سے اجازت لی اور گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ تین سپاہی جنہیں اُس نے شامی رئیس کو یروشلم پہنچانے کا حکم دیا تھا، سرائے میں رک گئے اور باقی دو اُس کے ساتھ چل دیئے۔ یہ تین سپاہی بطلیوس کے باہر نکلتے ہی شراب پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے دیکھتے دیکھتے صراحی خالی کردی۔

فرمس نے ایک اور صراحی منگوا کر اُن کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تمہارے ساتھیوں کا حصّہ بھی اس میں شامل ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد سپاہی اپنے قیدی کو لے کر چل دیئے۔ لیکن عاصم کو گھوڑے کی نعل بندی کے انتظار میں رکنا پڑا۔ پھر جب اُس نے فرمس سے رخصت چاہی تو اُس نے کہا "دیکھئے اتنی جلدی نہ کیجئے۔ اب شام ہونے والی ہے۔ آپ رات یہیں قیام کریں، میں علی الصباح آپ کو روانہ کردوں گا۔ اگر آپ میری خاطر یہاں نہیں ٹھہر سکتے تو کم از کم میری بیوی اور بچّی کو تو شکریہ ادا کرنے کا موقع دیں۔" عاصم فرمس کی مخلصانہ دعوت رد نہ کرسکا۔

غروب آفتاب کے وقت یروشلم سے غزّہ کی طرف جانے والے مسافروں کا ایک قافلہ آپہنچا اور فرمس عاصم کو سرائے کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں ٹھہرا کر اُن کی دیکھ بھال میں مصروف ہوگیا۔ یہ کشادہ کمرہ جو صرف حکّام اور رؤسا کے لئے مخصوص تھا، عجم کے اُن تکلفات سے آراستہ تھا جن سے ایک عرب کی نگاہیں نا آشنا تھیں۔ عاصم کچھ دیر خوبصورت قالین پر ٹہلنے کے بعد ایک کُرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عباد ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور بولا "اگر آپ اجازت دیں تو وہ دو گھوڑے ابھی فروخت ہوسکتے ہیں۔ ایک تاجر اُن کے بدلے دو تلواریں اور ریشم کی چند چادریں دینے کو تیار ہے۔ میں ان گھوڑوں کو ساتھ لے جانا خطرناک سمجھتا ہوں، اگر یروشلم میں اُس شامی کے قبیلے کے کسی آدمی نے اُنہیں پہچان لیا تو ہم مشکل میں پھنس جائیں گے۔ سرائے کے مالک کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر یہ گھوڑے یہیں بک جائیں تو بہتر ہوگا۔"

عاصم نے کہا "آج قدرت ہمارے حال پر بہت مہربان ہے۔ میں ابھی ان گھوڑوں کے متعلق سوچ رہا تھا تم

جاؤ اور انہیں بلا توقف فروخت کردو، لیکن میں تمہاری ایک بات سے بہت خفا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر وہ رومی افسر، سرائے کے مالک کا دوست نہ ہوتا تو آج تم چوری کے جرم میں پکڑے جاتے۔ ایک خطرناک آدمی کی تلوار چھین لینے کو تو شاید رومی بھی اتنا بُرا نہ سمجھتے لیکن تمہیں اُس کی جیب خالی کرتے ہوئے بھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوئی۔"

عباد نے جواب دیا "جناب میں بیوقوف نہیں ہوں۔ میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ رومی افسر کو اُس احمق سے ذرّہ بھر ہمدردی نہیں۔ جب آپ اُس کی قیمتی قبا پر تلوار کی مشق کررہے تھے تو وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر میں یہ بھی جانتا تھا کہ سرائے کے اندر جتنے آدمی جمع ہیں وہ سب ہمارے طرفدار ہیں۔ اور اگر رومی افسر میری حرکت پر بگڑ بھی گیا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ مجھے مالِ غنیمت واپس کرنا پڑے گا۔ لیکن میرے سارے اندازے درست ثابت ہوئے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھے شاباش نہیں دی۔ آپ نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس تھیلی کے اندر کیا ہے؟"

"اچھا اب بتادو۔"

"جناب تھیلی سے تیس سونے کے اور باون چاندی کے سکّے برآمد ہوئے ہیں۔ اور میرے ہاتھ ایک اور چیز بھی آگئی تھی جس کا اب تک کسی کو علم نہیں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"وہ ایک انگوٹھی ہے جسے اتارنے میں، میں نے اس قدر ہوشیاری سے کام لیا تھا کہ اُس کے غلام کو بھی پتا نہیں چلا ———"

عاصم نے کہا "اچھا اب تم جاؤ اور فوراً گھوڑے فروخت کردو۔"

"آپ نہیں آئیں گے؟"

"نہیں مجھے یہ اطمینان ہے کہ اس کام میں تم مجھ سے زیادہ ہوشیار ہو۔ اور سنو! تھیلی اور انگوٹھی تمہاری ہے میرا اُس میں کوئی حصّہ نہیں۔ اب جاؤ!"

عباد مسکراتا ہوا وہاں سے چل دیا لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اچانک رُک گیا اور مڑ کر بولا "یہ کمرہ تو اس سرائے کی بجائے کسی محل کا حصّہ معلوم ہوتا ہے۔ دیکھئے ایسا قالین تو ———"

عاصم نے غضب ناک ہوکر اُس کی طرف دیکھا اور کہا "عباد اگر تم نے اس کمرے کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو میں تمہاری

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

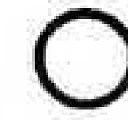
آنکھیں نکال لوں گا ——— یہاں سے بھاگ جاؤ !"

عباد کمرے سے باہر نکل گیا اور عاصم کرسی سے اُٹھ کر بستر پر لیٹ گیا۔ ایک ساعت بعد فرمس کمرے میں داخل ہوا تو عاصم گہری نیند سو رہا تھا۔ فرمس نے اُس کا بازو ہلا کر جگایا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

فرمس نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جلدی کھانا نہیں کھلا سکا۔ بات دراصل یہ تھی کہ آپ کا کھانا تیار کرنے میں دیر لگ گئی۔ میری بیوی اور بیٹی کو اس کا ملال تھا کہ آپ علی الصباح جا رہے ہیں، اِس لئے وہ آپ کو اپنی پسند کے تمام کھانے کھلانا چاہتی تھیں ——— چلئے وہ گھر میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

عاصم نے پُوچھا "وہ گھوڑے فروخت ہو گئے ہیں؟"

"ہاں اُن کا معاوضہ تو بہت کم ملا ہے لیکن آپ کی ایک الجھن دور ہو گئی ہے۔ آپ کا غلام بہت ہوشیار ہے۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا اِس لئے میں نے اُسے کھانا کھلا دیا ہے۔"



عاصم اپنے میزبان کے ساتھ سرائے کے گرد نصف چکر لگانے کے بعد پچھلی طرف ایک چھوٹے سے سکونتی مکان میں داخل ہوا، بلند دیواروں سے گھرے ہوئے ایک تنگ صحن میں فرمس کی بیوی اور بیٹی کھڑی تھیں اور سامنے ایک کمرے کے کُھلے دروازے سے روشنی آ رہی تھی۔

انطونیہ نے اپنے باپ کے ہاتھ سے مشعل لے کر دیوار کے سہارے کھڑی کر دی اور وہ کمرے میں داخل ہو کر دسترخوان پر بیٹھ گئے ———

انطونیہ اور اُس کی ماں نے اپنے مہمان کی تواضع کے لئے شام، فلسطین، مصر اور روم کے تمام تکلفات صرف کر دیئے تھے اور عاصم جسے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسے مہذب انسانوں کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تھا، اپنی کم مائگی کے احساس سے پسیجا جا رہا تھا۔ انطونیہ جسے اُس نے پہلی بار انتہائی بے بسی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اب اپنے قیمتی لباس میں ایک شہزادی معلوم ہوتی تھی۔ کھانے کے دوران میں روم اور ایران کی جنگ اُن کی گفتگو کا موضوع تھی۔ فرمس نے آرمینیا میں ایرانیوں کے مظالم کی داستانیں بیان کرنے اور اُس کے بعد انطاکیہ کی تباہی کا حال سنانے کے بعد کہا "اب نہ معلوم یہ

طوفان کہاں جا کر رُکے گا۔ ہم لوگ صدیوں سے مشرق اور مغرب کے ہولناک طوفانوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ مصر اور شام میں ایک ظالم کے پرچم سرنگوں ہوتے ہیں تو دوسرا جابر اپنے جھنڈے گاڑ دیتا ہے۔ آج ہم رومیوں کے غلام ہیں اور کل شاید ہمیں ایرانیوں کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا پڑے۔

نوجوان تم خوش نصیب ہو۔ تم ایک ایسے صحرا میں رہتے ہو۔ جس میں ایرانیوں یا رومیوں کے لئے کوئی کشش نہیں تمہاری تقدیر تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ عرب میں زرخیز وادیاں اور پُر رونق شہر نہ سہی لیکن تمہیں یہ خطرہ تو نہیں کہ مشرق یا مغرب سے کوئی عفریت اُٹھے گا اور تمہاری بستیوں اور شہروں کو ہڑپ کر جائے گا۔"

عاصم نے جواب دیا "ہمیں تباہ کرنے کیلئے کسی بیرونی عفریت کی ضرورت نہیں ہماری بستیاں جلانے کیلئے ہمارے اپنے گھروں کی آگ کافی ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں جب عرب کے قبائل کا خون گرم ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کیلئے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار بن جاتے ہیں۔"

فرمس نے کہا "مجھے تمہاری خانہ جنگیوں کا حال معلوم ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تم ہماری طرح بے بس اور مجبور نہیں ہو۔ تمہیں اس بات کا اختیار ہے کہ جب چاہو اپنی تلواریں نیام میں کر لو اور جب چاہو ایک دوسرے کو گلے لگا لو۔ میرا مطلب ہے کہ ہماری طرح تمہارے وطن کو بیرونی اژدہے اپنی قوت آزمائی کا اکھاڑا نہیں بناتے اور تمہیں یہ خطرہ نہیں کہ وہ تم کو پیس کر رکھ دیں گے۔"

"نہیں" عاصم نے جواب دیا "ہم آپ سے زیادہ بے بس اور مجبور ہیں۔ ایک عرب اپنی نیام سے تلوار نکال سکتا ہے لیکن اُسے دوبارہ نیام میں کرنا اُس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جس زمین پر ہمارا خون گرتا ہے وہ ہمیشہ پیاسی رہتی ہے اور اس کی پیاس بجھانے کے لئے مزید خون گرانا ہماری زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ ہماری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کا انتقام لے سکیں اور ہماری آئندہ نسلوں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ ہمارے قاتلوں سے بدلہ لے سکیں۔ اگر رُوم اور ایران کے سپاہی اپنے شہنشاہوں کی فتوحات کے لئے جنگ کرتے ہیں تو ہم اپنے اپنے قبیلے کی طاقت کا لوہا منوانے کے لئے ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔"

فرمس نے کہا "تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ملک کی اس صورت حال سے خوش نہیں ہو۔ اگر عرب کے ہر قبیلے میں تم جیسے چند نوجوان پیدا ہو جائیں تو وہاں ایک خوش گوار انقلاب آ سکتا ہے۔"

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

عاصم نے کہا "میں صرف اپنے گھر سے کوسوں دور بیٹھ کر ایسی باتیں کر سکتا ہوں، ممکن ہے کہ میرے دل و دماغ پر یہاں کی آب و ہوا کا اثر ہو لیکن عرب کی ہوا میں سانس لینے کے بعد اپنے قبیلے کی عزت کے لئے لڑنا یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کا انتقام لینا میرے لئے زندگی کا سب سے اہم مسئلہ بن جائے گا۔ اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کی روحوں کی چیخیں مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھنے دے گی۔"

فرمس نے مغموم لہجے میں کہا "لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں آسکتا کہ تم جیسا رحم دِل آدمی جس نے ایک بے بس مصری کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی محض انتقام کے لئے قتل و غارت پر آمادہ ہو جائے گا۔"

عاصم نے جواب دیا "میں بلا وجہ اتنی دور تلواریں خریدنے نہیں آیا تھا۔"

فرمس کی بیوی نے جواب تک خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھی۔ اپنے شوہر سے کہا۔ "آپ ان سے بحث کیوں کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں نقصان اُٹھایا ہو۔ اور انہیں لڑائی کے سوا تلافی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو۔ انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے اور آپ کو اس وقت صِرف یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم ان کے احسان کا کیا صلہ دے سکتے ہیں۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے آپ کی نیک دعاؤں کے سوا کسی صلے کی ضرورت نہیں۔"

فرمس نے کہا۔ "اگر ہم آپ کو سونے یا چاندی کے چند سکے پیش کریں تو یہ ہمارے جذبۂ تشکر کی توہین ہو گی۔ لیکن آپ کو تلواروں کی ضرورت ہے اور میری بیوی آپ کے لئے سرائے میں ٹھہرنے والے مسافروں سے دو تلواریں خرید چکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان کا یہ تحفہ خوشی کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔"

فرمس کی بیوی نے کہا۔ "انطونیہ نے آپ کے نوکر کو شامی رئیس اور اُس کے غلام کی تلواریں چھینتے دیکھا تھا اور یہ اُس وقت سے آپ کو دو مزید تلواریں پیش کرنے پر مُصر تھی۔"

عاصم نے کہا۔ "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ان دنوں واقعی ہمیں تلواروں سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، انطونیہ برابر کے کمرے سے دو تلواریں لے آئی اور عاصم کو پیش کرتے ہوئے بولی۔ "ایک بہادر شخص کے لئے تلوار سے بہتر کوئی اور تحفہ نہیں ہو سکتا۔ اگر میرا بھائی آج زندہ ہوتا تو میں ایک تلوار اُس کی کمر سے باندھتی اور اس سے کہتی کہ اِس شریف آدمی نے ہماری عزت بچائی ہے، اس لئے آج سے اِس کے

دوست ہمارے دوست اور اِس کے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔ تم اگر میرے بھائی ہو تو احسانمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ جاؤ۔"

انطونیہ پہلی بار اُس سے ہمکلام ہوئی تھی۔ عاصم کچھ دیر ایک طرح کی مرعوبیت کے احساس سے خاموش رہا۔ بالآخر اُس نے تلواریں اپنے پاس رکھ لیں اور کہا۔ "اگر آپ کا بھائی زندہ ہوتا تو میں اُس سے کہتا کہ مجھ سے زیادہ تمہاری بہن اور تمہارے والدین کو تمہاری ضرورت ہے۔ اور جو شخص اپنے باپ اور بھائیوں کے خون کا بدلہ نہیں لے سکا اُسے ایک اجنبی کو اپنے مصائب میں حصہ دار بنانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔"

فرمس نے کہا۔ "پچھلے ہفتے مکہ کے جو تاجر یہاں ٹھہرے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں ایک نبی نیکی، رواداری اور عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ لوگ اُس کی تعلیم کا مذاق اڑاتے تھے۔ تاہم انہیں اس بات کا اعتراف ضرور تھا کہ مکہ کا نبی عرب کے شریف ترین خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور جو چند لوگ اُس کی صداقت پر ایمان لا چکے ہیں وہ اہلِ مکہ کے ہاتھوں بدترین اذیتیں اٹھانے کے باوجود اپنے عقیدے پر قائم ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اُس کی زندگی کیسی تھی اور وہ یہ کہتے تھے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ اپنی راستبازی، حق گوئی اور دیانتداری کے لئے مشہور تھا اور جن لوگوں کو اُس سے سابقہ پڑا تھا وہ اُس کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دیتے تھے ــــــ"

عاصم نے کہا "میں نے مکہ کے نبی کے متعلق یہ سنا ہے کہ وہ ہماری قبائلی اور خاندانی عصبیتوں کا مخالف ہے اور ہمارے تمام خداؤں کو جھٹلا کر صرف ایک خدا کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک جادوگر ہے لیکن اگر وہ واقعی نبی ہے تو بھی اہل عرب کوئی ایسا دین قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں گے جو مساوات کی تعلیم دیتا ہو اور اعلیٰ اور ادنیٰ انسانوں کو ایک ہی صف میں دیکھنا چاہتا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ مکہ کی گلیوں میں اِس نبی کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اُس کے اپنے قبیلے کے لوگ جن کی عصبیت اُس کے لئے سہارا بن سکتی تھی اُس کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں۔ اگر چند مفلس اور نادار لوگوں یا دو چار اچھی حیثیت کے آدمیوں پر اُس کا جادو چل گیا ہے تو یہ کوئی کامیابی نہیں۔ میں نے کبھی اس نبی کے متعلق سنجیدگی سے نہیں سوچا اور آپ کو بھی سنی سنائی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے، عرب کی پیاسی ریت تو بڑے بڑے دریاؤں کو جذب کر لیتی ہے، پھر وہاں ایک ایسا نبی کیسے کامیاب ہو سکتا ہے جس کی تعلیم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

کا نقطۂ آغاز ہی اُن عصبیتوں کے خلاف ایک اعلانِ جنگ ہے جو ہمارے لئے اپنے بے شمار خداؤں سے بھی زیادہ مقدس ہیں ـــــــ"

فرّس نے کہا: "اس دنیا پر آج جو تاریکیاں مسلط ہیں۔ وہ اِس سے پہلے کبھی نہ تھیں۔ انسانی ضمیر کسی نجات دہندہ کو پکار رہا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو ہمیشہ کے لئے اس حال میں نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ جس کی آمد کے متعلق ہمارے بزرگانِ دین بارہا بشارت دے چکے ہیں، ضرور آئے گا۔ وہ دعائیں جو آج سسکتے ہوئے بے بس انسانوں کے دِل سے نکل رہی ہیں، یقیناً مستجاب ہوں گی۔ وہ ضرور آئے گا اور زمین و آسمان کے مالک کی ساری رحمتیں اُس کے ہم رکاب ہونگی۔ اُس کے جمال سے مایوس نگاہوں میں امیدوں کے چراغ روشن ہوں گے اور اُس کے جلال سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز اُٹھیں گے۔ ناداروں اور مظلوموں کو اُس کی حمیت میں پناہ ملے گی۔ مجروح اور ستم رسیدہ انسانوں کے سر پر اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوگا۔ لیکن کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ کب اور کس جگہ مبعوث ہوگا۔"

فرّس کی گفتگو کے دوران میں عاصم کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اُس کی نگاہیں انسانی ادراک کی سرحدوں سے آگے کسی خلا کی وسعتوں میں پرواز کر رہی ہیں۔ اُس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا: "آپ قیصر اور کسریٰ دونوں کے مخالف ہیں ـــــــ؟"

فرّس مُسکرایا: "یہ باتیں ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔" اور عاصم کو یہ مسکراہٹ اُس آدمی کی مسکراہٹ سے یکسر مختلف نظر آئی جسے وہ صرف ایک سرائے کے مالک کی حیثیت سے جانتا تھا۔

علی الصباح جب عاصم اپنے نیک دِل میزبان سے الوداعی مصافحہ کر رہا تھا، فرّس نے کہا: "میں آپ سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں، ایک یہ کہ اگر آپ کبھی دوبارہ یہاں آئیں تو میرے گھر کا دروازہ آپ کے لئے کھُلا ہوگا۔ دوسری یہ کہ اگر آپ گرے ہوئے دشمن کی شاہرگ پر تلوار رکھنے کے بعد اپنا ہاتھ روک لیں تو آپ کو زیادہ تسکین محسوس ہوگی۔"

عاصم نے جواب دیا: "مجھے ایک دوست کے گھر کا راستہ ہمیشہ یاد رہے گا، لیکن کسی دشمن کی شاہرگ پر تلوار رکھنے کے بعد اپنا ہاتھ روک لینا ایک عرب کے بس کی بات نہیں۔"

فرّس نے کہا: "لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کر سکو گے۔"

عاصم نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ فرّس کی طرف دیکھا اور گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ سرائے سے نکلنے کے

بعد اُس کو گزشتہ چند پہر کے واقعات ایک خواب محسوس ہوتے تھے۔ کبھی کبھی انطونیہ کا خیال آتا تو اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی لیکن جب وہ اُس کے خدوخال کے متعلق سوچتا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ اُس کے ذہن میں فرّس کی بیٹی کا ایک مبہم سا تصور صرف چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں کی دلکشی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

باب (۲)

وقت کی آندھیاں شاہراہ حیات پر ماضی کے نشان مٹا رہی تھیں۔ اور حال کے ظلمتکدے میں بھٹکنے والوں کی نگاہوں سے وہ ستارے اوجھل ہو رہے تھے جو رات کے مسافروں کو سحر کی آمد کا پیغام دیتے ہیں۔ انسانیت کا پیرہن خون اور آنسوؤں میں ڈوبا ہؤا تھا۔

بحیرۂ رُوم کے مشرقی علاقے، جو کبھی مصر کے فراعنہ اور کبھی بابل کے حکمرانوں کے ہاتھوں تباہی کا سامنا کیا کرتے تھے، اب کوئی ایک ہزار سال سے ایران اور اُس کے مغربی حریفوں کے درمیان قوت آزمائی کا اکھاڑا بنے ہوئے تھے۔

ولادتِ مسیحؑ سے ساڑھے پانچ سو سال قبل ایران پر سائرس کا تسلّط مشرق کی تاریخ کے ایک نئے دور کی تمہید تھا۔ اس چرواہے حکمران نے بابل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور پھر بلخ سے لے کر آبنائے باسفورس اور بحیرۂ خزر سے لے کر صحرائے سینا تک اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ربع صدی کے اندر اندر ایرانی سلطنت کی حدود پنجاب سے لے کر یونان تک پھیل چکی تھیں اور مصر کی حیثیت اِس عظیم سلطنت کے ایک صوبے سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے بعد قریبًا دو سو سال تک مشرق و مغرب میں سائرس کے جانشینوں کا کوئی مدِ مقابل نہ تھا۔ پھر اچانک یونان نے انگڑائی لی، مقدونیہ سے ایک نوجوان نمودار ہؤا اور ایشیا میں ایران کا پرچم سرنگوں کرتا ہؤا پنجاب تک پہنچ گیا۔ مصر، بابل اور نینوا کے تاجداروں نے ماضی کی گزرگاہوں پر جو نشان چھوڑے تھے وہ سکندرِ اعظم کے پاؤں تلے دب چکے تھے۔ پھر جب سکندرِ اعظم کی عظیم سلطنت کا انحطاط شروع ہؤا تو یورپ سے ایک نیا اژدہا نمودار ہؤا اور اس کی پھنکار

سن کر زمانے کی نگاہیں روم کو تکنے لگیں۔ رومی افواج ایک طرف مشرق کے پامال راستوں پر دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف یورپ کے اُن ممالک کو مسخر کر رہی تھیں جو ابھی تک مہذب دنیا کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔ سنہ ۶۴ قبل مسیحؑ میں رومیوں نے شام میں سکندرِ اعظم کے جانشینوں کو آخری شکست دی اور یورپ اور ایشیا کی عظیم ترین طاقت بن گئے۔ لیکن محکوم اقوام کے لئے ماضی کے ان گنت انقلابات کی طرح اِس نئے انقلاب کا مفہوم بھی آقاؤں کی تبدیلی کے سوا کچھ نہ تھا —— ملوکیت کی قبا اب بھی انسانیت کے خون سے داغدار تھی۔

مذہبِ عیسوی مجبور اور بے بس انسانوں کے لئے ایک نئی زندگی کا پیغام لے کر آیا۔ لیکن یہ آواز اُن حکمرانوں کے لئے اجنبی تھی جو اپنے بے گناہ قیدیوں کو بھوکے شیروں کے آگے ڈال کر قہقہے لگایا کرتے تھے۔ قریبًا تین صدی یہ دین رومی شہنشاہوں کے مزاج پر اثر انداز نہ ہو سکا اور اِس عرصہ میں کمزور اور بے بس عیسائی رومیوں کے ہاتھوں بدترین اذیتیں برداشت کرتے رہے۔

چوتھی صدی عیسوی کے ربع اوّل میں شہنشاہ قسطنطین نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اس کے بعد روم کی بجائے قدیم بازنطین کے کھنڈروں پر اپنے نئے دارالحکومت قسطنطنیہ کی بنیاد رکھی —— اپنے جغرافیائی محل وقوع اپنے فوجی اور اقتصادی وسائل کے لحاظ سے قسطنطنیہ کو نہ صرف روم بلکہ مشرق و مغرب کے تمام اُن شہروں پر فوقیت حاصل تھی جن کے کھنڈروں میں عظیم ترین سلطنتوں کے عروج و زوال کی داستانیں دفن تھیں۔

سنہ ۳۹۵ء تک رومی سلطنت کی یہ حالت تھی کہ کبھی قسطنطین کے جانشین اسے متحد کر لیتے اور کبھی یہ رومی اور بازنطینی شہنشاہوں میں تقسیم ہو جاتی۔ بالآخر شہنشاہ تھیوڈوسیس کی موت کے بعد یہ سلطنت مستقلاً دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے بعد قسطنطنیہ میں رومیوں کی مشرقی سلطنت کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں اور روم میں اُن کی سطوت کے محل بتدریج مسمار ہوتے چلے گئے، بالآخر پانچویں صدی کے نصف آخر میں وسطی یورپ کے وحشی قبائل کا ایک طوفان روم پر چھا گیا اور رومی سلطنت کے مستقبل کی تمام امیدیں قسطنطنیہ کے حکمرانوں کے مستقبل سے وابستہ ہو کر رہ گئیں ——

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں رومیوں کا نیا دارالسلطنت دنیا کا ایک عظیم ترین شہر اور ایک انتہائی ناقابلِ تسخیر قلعہ بن چکا تھا اور قسطنطین کے جانشینوں کو مشرق کی طرف پیش قدمی کے لئے وہ راستے کھلے دکھائی دیتے تھے، جنھیں کسی زمانے میں سکندرِ اعظم نے ہموار کیا تھا لیکن زمانے نے ایک نئی کروٹ لی اور صدیوں کے بعد ایران کے آتشکدوں میں دبی ہوئی آگ اچانک بھڑک اٹھی۔ وہ پرچم جو یونانیوں کے ہاتھوں پرسی پولس، سوس اور اسطخر میں سرنگوں ہوئے تھے، اب دجلہ کے کنارے مدائن کی دیواروں پر نصب کئے جا رہے تھے۔ ایران میں ساسانی خاندان کا عروج تاریخ کے ایک نئے دور کی تمہید تھا۔ قسطنطنیہ کے حکمران پہلی بار ایشیا میں کسی کو اپنا مدِمقابل دیکھ رہے تھے۔

ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر مشرق اور مغرب کے دو مہیب اژدہے تھے۔ اور ۵۲۷ء میں مشرقِ وسط کی زمین ان اژدھوں کی زور آزمائی کا اکھاڑا بن چکی تھی ——— یہ دو ننگی تلواریں تھیں جو آپس میں ٹکرانے کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتی تھیں۔ مشرق کی طرف ایران کے سوا اہلِ روم کا کوئی مدِمقابل تھا، نہ مغرب کی طرف روم کے سوا ایرانیوں کا کوئی حریف۔

مجوسی حکمران جب اپنے آتش کدوں سے باہر جھانکتے تو مغرب کی سمت اُن کی نگاہیں فرزندانِ تثلیث کے گرجوں پر مرکوز ہو کر رہ جاتیں اور قسطنطنیہ کے تاجدار جب اپنی مشرقی سرحدوں سے آگے دیکھتے تو مدائن اُن کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا۔ شام، آرمینیا اور ایشیائے کوچک کے باشندے بے بس تماشائیوں کی حیثیت سے آگ اور خون کے اُن طوفانوں کی ہولناکیاں دیکھ رہے تھے جو کبھی مدائن اور کبھی قسطنطنیہ سے اُٹھتے تھے۔ یہ چکی کے دو پاٹ تھے اور اُن کے درمیان پسنے والے انسان صرف اُن ادوار میں اطمینان کا کوئی سانس لے سکتے تھے جب کسی کسریٰ یا قیصر کو اندرونی خطرات اپنی طرف متوجہ کر لیتے تھے۔

ایسے ممالک میں جہاں ریاست کا ہر قانون، اور اخلاق کا ہر ضابطہ عوام کی بجائے اُن کے حکمرانوں کے تحفظ کے لئے وضع کیا جاتا تھا۔ تخت و تاج کے حصول کے لئے سازشیں کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ روم اور ایران میں کئی سر پھرے اقتدار کی اُن مسندوں پر قبضہ کرنے کو تیار رہتے تھے جن پر بیٹھ کر ایک انسان دوسرے انسانوں کے حصے

کی تمام راحتیں چھین سکتا تھا۔ شکست اور ناکامی کی صورت میں تخت و تاج کے لئے جان کی بازی لگانے والوں کے سر قلم کر دیئے جاتے اور رعایا کو اس بات پر جشن منانے کا حکم دیا جاتا کہ دیوتاؤں کے دیوتا اور شہنشاہوں کے شہنشاہ نے ایک حقیر دشمن کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے ہیں۔ امراء ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے آقا کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے اور مذہبی پیشوا اُس کے لئے دُعائیں مانگتے۔ لیکن اگر کوئی قسمت آزما اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتا تو یہی اُمراء اُسے اپنی اطاعت اور یہی مذہبی پیشوا اُسے اپنی بہترین دعاؤں کا مستحق سمجھتے۔

سلطنت کے اندر ان انقلابات کے اثرات زیادہ تر اُن امراء اور مذہبی پیشواؤں یا کاہنوں تک محدود رہتے تھے، جنھیں ملک کا قانون، بادشاہ کے بعد رعایا کی ہڈیاں چبانے کی اجازت دیتا تھا۔ اور سلطنت کے باہر انقلابات کے اثرات اُن ہمسایہ ممالک کے باشندوں پر ظاہر ہوتے تھے جن کے خون اور آنسوؤں سے کسی نئے قیصر یا نئے کسریٰ کی فتوحات کی داستانیں لکھی جاتی تھیں۔

مذہب نیکی اور بدی کی کسوٹی یا تہذیب و اخلاق کے ارتقا کے لئے ایک زینے کا کام دینے کی بجائے اُس عمارت کے لئے ایک ستون کا کام دے رہا تھا۔ جس کی بنیاد ظلم و استبداد پر رکھی گئی تھی۔ یہ وہ پل تھا جس کے ذریعے کاہن یا پیشوا عوام کی صفوں سے نکل کر مراعات یافتہ لوگوں کی صف میں جا کر کھڑے ہوتے تھے۔

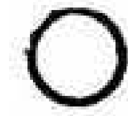
ایران کے مذہب میں انسانی اخوت اور مساوات کا کوئی تصور نہ تھا۔ زردشت نے اگر نیکی اور بدی کے متعلق کچھ اچھے تصور بھی پیش کئے تھے تو وہ صدیوں کے گرد و غبار میں گم ہو کر رہ گئے تھے۔ اب ایران کے مجوسیوں کا اوّلین مقصد اس معاشرے کو بیرونی اثرات سے محفوظ رکھنا تھا جو ابنائے آدم کو ادنیٰ اور اعلیٰ، با اختیار اور بے اختیار طبقوں میں تقسیم کرتا تھا۔ ایران میں چند خاندان ایسے تھے، جن کے لئے سلطنت کے تمام بڑے عہدے وقف تھے اور انہی خاندانوں کے گٹھ جوڑ کے نتائج کسی اندرونی انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ جس طرح ہندوستان کے برہمو سماج میں کسی اچھوت کے لئے برہمنوں یا کھشتریوں کے دائرے میں داخل ہونا ممکن نہ تھا، اسی طرح ایران میں کسی کے لئے عوام کی صف سے نکل کر خواص کے زمرے میں داخل ہو جانا بعید از قیاس تھا۔ ایران کے شہنشاہوں کو اپنی رعایا کے جان و مال پر کلّی اختیارات حاصل تھے۔ اقتدار کے دوسرے زینے پر باجگزار ریاستوں کے سربراہ اور شاہی خاندان کے وہ شہزادے براجمان تھے، جن میں سے بعض کو مفتوحہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

علاقوں کی نیم خود مختار سرداری اور بعض کو اعلیٰ سول اور فوجی عہدے مل جاتے تھے۔ اس کے بعد اُن چند خاندانوں کی باری آتی تھی، جن کی وسیع جاگیریں پورے مُلک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان خاندانوں کے سربراہ اپنے لیے جو لگان وصول کرتے تھے اس کے عوض بادشاہ کو بوقت ضرورت سپاہی مہیا کرتے تھے۔ اقتدار کے نچلے زینے پر وہ چھوٹے زمیندار یا دیہات کے سرکردہ لوگ تھے، جو سرکاری واجبات کی وصولی کیلئے کاشتکار عوام اور حکومت کے کارندوں کے درمیان ایک کڑی کا کام دیتے تھے اور یہ کاشتکار عوام وہ تھے، جن کی حیثیت غلاموں کے برابر تھی، جس زمیندار کی زمین میں ہل چلاتے تھے، اس کی ملکیت سمجھے جاتے تھے اور ان کے آقا اپنی جائیداد کے ساتھ انہیں بھی فروخت کر سکتے تھے۔ یہ وہ بھیڑیں تھیں، جن کا گوشت، اون اور ہڈیاں سب دوسروں کے لئے تھیں۔

مزدکیت اِس نظام کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ اِس کا مقصد نجی املاک کو ختم کر کے ملک کی دولت میں پوری آبادی کو یکساں حصہ دار بنانا تھا۔ اِس تحریک کے بانی کی انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ اُس نے زمین اور زر کی طرح عورت کو بھی افراد کی بجائے قوم کی ملکیت بنا دیا تھا۔ زندگی کی تمام راحتوں سے محروم اور غلاموں کی سی زندگی بسر کرنے والے عوام کا اِس تحریک سے متاثر ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ ایرانی امراء نے انہیں صرف زر اور زمین سے ہی محروم نہیں رکھا تھا بلکہ عورتوں سے بھی اپنے حرم بھر لئے تھے۔ قباد نے جو اِس زمانے میں ایران کا حکمران تھا، اندرونی اور بیرونی خطرات کے پیشِ نظر عوام کے تعاون کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اِس تحریک کی سرپرستی کی۔ لیکن جب اِس نئے دین کے حامی امراء کی دولت لوٹنے، اُن کے گھر جلانے اور اُن کی بہو بیٹیوں کو زبردستی چھیننے لگے تو قباد کو اُن کی سرپرستی سے دست کش ہونا پڑا۔ اب ملک کی افواج امراء اور مجوسی پیشواؤں کے اشاروں پر اِس تحریک کے حامیوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار رہی تھیں۔ چند سال کے اندر اندر ایران کے طول و عرض میں مزدکیت کی تحریک مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی اور مجوسی مذہب پھر ایک بار پہلا مقام حاصل کر چکا تھا۔



روم کے سیاسی حالات ایران سے — زیادہ مختلف نہ تھے۔ عیسائی مذہب کی تعلیم اپنی تمام خوبیوں کے باوجود ایک ایسی ملوکیت کا مزاج بدلنے سے قاصر تھی۔ جس نے قدیم یونان کے صنم خانوں میں آنکھ کھولی تھی۔

شام اور فلسطین میں عیسائیت کا فروغ ایک فطری بات تھی۔ یہ وہ سرزمین تھی جس کے باشندے گزشتہ صدیوں میں مشرق و مغرب کے افق سے اٹھنے والے ان گنت طوفانوں کی ہولناکیاں دیکھ چکے تھے۔ اور یہاں عیسائیت کی تعلیم میں اُن زیر دستوں کی روح کے لئے تسکین کا سامان موجود تھا، جن کے ہاتھوں میں بالادستوں کا وار روکنے کی سکت نہ تھی۔ لیکن رومی حکمرانوں کو اپنے محکوموں کی روحوں پر بھی کسی اور کی حکومت پسند نہ تھی۔ چنانچہ قریباً تین صدی تک عیسائیت کے آغوش میں پناہ لینے والے کمزور اور بے بس انسانوں کے ساتھ باغیوں کا سا سلوک ہوتا رہا، پھر جب شام اور فلسطین کے عوام کی طرح مشرقی یورپ کے عوام میں بھی یہ دین مقبول ہونے لگا تو حکومت نے بھی اس کے لئے اپنی آغوش کشادہ کر دی۔ قیصر نے اپنا ظاہری لبادہ تبدیل کر لیا لیکن ملوکیت کی جبلت نہ بدل سکی۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں کے سر پر پہلے اپالو کے مندر کے کاہن تاج رکھتے تھے اور اب یہ خدمت کلیساؤں کے اکابر اپنے ذمے لے چکے تھے۔ پہلے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ کرتے وقت اپنے دیوتاؤں سے مدد مانگتے تھے اور اب اُن پر تلوار اٹھانے سے پہلے صلیب کو بوسہ دے لیا کرتے تھے۔ تلوار وہی تھی صرف نیام تبدیل کر دی گئی تھی۔

عوام میں عیسائیت کی مقبولیت کی وجہ یہ تھی کہ یہ مذہب ظلم و تشدد کے خلاف محبت، رحم اور انکساری کی تعلیم دیتا تھا۔ لیکن اس تعلیم کا عملی نتیجہ رہبانیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ابتدا میں بعض لوگ معاشرے کی اصلاح سے مایوس ہو کر تارک الدنیا ہو گئے اور شہروں اور بستیوں سے نکل کر ویرانوں کو جا بسایا۔ یہ راہب چلّے کاٹتے، زمین پر سوتے بھوکے رہتے اور اپنی روح کی تسکین کے لئے ان گنت جسمانی اذیتیں برداشت کرتے تھے، دنیا کے تمام مسائل انہوں نے حکمرانوں کے لئے چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن اہلِ دنیا انہیں خدا رسیدہ سمجھ کر اُن کا پیچھا کرتے۔ کوئی اپنی بیماری سے نجات حاصل کرنے اور کوئی اپنے کاروبار میں برکت کے لئے اُن کی دعاؤں کا طلبگار ہوتا۔ وہ سردی میں ٹھٹھرنے اور دھوپ میں جلنا پسند کرتے لیکن اُن پر سائبان تان دیئے جاتے۔ وہ زندہ رہنے کے لئے سوکھے ٹکڑے کا ایک نوالہ کافی سمجھتے لیکن اُن کے سامنے دنیا کی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے جاتے۔ وہ نفس کشی اور ریاضت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے لیکن اہلِ دُنیا اُن کی کرامات کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ غرض جس قدر وہ دنیا سے بھاگتے تھے، اُسی قدر دنیا اُن کا پیچھا کرتی تھی۔ پھر جب اُن میں سے کوئی مر جاتا تو اہلِ دنیا اُس کی قبر پر عظیم الشان خانقاہیں تعمیر کر ڈالتے۔

آہستہ آہستہ یہ رہبانیت عیسائی مذہب کا ایک اہم ترین جزو بن گئی۔

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ایک ایسے معاشرے میں جہاں انسان دولت اور اقتدار کے پیمانوں سے ناپا جاتا تھا کسی تہی دست اور نادار آدمی کا مرجع خلائق بن جانا ایک معمولی بات نہ تھی۔ آہستہ آہستہ خانقاہیں راہبوں سے بھر گئیں اور ریاضت اور نفس کشی کے نئے نئے طریقے رائج ہونے لگے۔ بعض راہب سمندر کے کسی ٹاپو کی سنگلاخ چٹان پر ڈیرے ڈال لیتے اور ساری زندگی وہیں گزار دیتے۔ بعض اپنے لئے کسی جنگل یا صحرا میں مینار تعمیر کرتے اور اُس کی چوٹی پر بیٹھ کر اپنا وقت گزار دیتے۔ بعض لباس سے بے نیاز، سردی یا گرمی برداشت کرنے کی قوت کا مظاہرہ کرکے عوام سے داد و تحسین حاصل کرتے اور بعض لوہے کی اس قدر بھاری زنجیریں اور طوق پہن لیتے کہ اُن کی کمر بوجھ سے دُہری ہو جاتی۔ ابتدا میں ریاضت اور نفس کشی کے یہ ہولناک طریقے اُن لوگوں نے رائج کئے تھے، جن کے نزدیک دُنیا کی ہر خواہش کو مٹانا یا جسمانی اذیتیں برداشت کرنا روحانی نجات کا واحد ذریعہ تھا۔ لیکن بعد میں انفرادی جنون کے یہ مظاہرے مذہب کے اجتماعی فرائض میں داخل ہو گئے۔ یہ خانقاہیں جہاں اب لاکھوں مرد اور عورتیں پناہ لے چکی تھیں، کلیسا کے حصار بن گئیں۔ اور ان کی نگرانی مذہب کے اُن اکابر کے سپرد تھی، جن کی اکثریت ملوکیت کے دوش بدوش کلیسا کے پرچم نصب کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ خانقاہوں کے نظم اور راہبوں کی تربیت کے لئے جو اصول و ضوابط وضع کئے گئے تھے، وہ سلطنت کے قوانین سے زیادہ سخت تھے۔

رُومی شہنشاہوں نے اپنے بدترین ادوار میں بھی فرزندان تثلیث پر وہ مظالم نہیں کئے تھے جو ان خانقاہوں کے مکین اپنی خوشی سے برداشت کر رہے تھے۔ اب مذہب کی تعلیم کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے۔ اُس کا جسم اُس کی روح کا سب سے بڑا دشمن ہے اور رُوح کی نجات کے لئے جسم کی تذلیل کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ———

غرض خانقاہیں وہ بھٹیاں تھیں جن کی آنچ میں روح کو جسم کی آلائشوں سے پاک کیا جاتا تھا۔

عام طور پر توہم پرست یا دنیا کے آلام و مصائب کے ستائے ہوئے پریشان حال لوگ ایک بہتر زندگی کی اُمید پر اور اپنے گناہوں پر پشیمان لوگ اپنے ضمیر کی تسکین کے لئے ان خانقاہوں میں داخل ہوتے تھے لیکن یہاں انہیں ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا جنھوں نے اُن کی ہڈیوں پر کلیسا کے اقتدار کے محل کھڑے کرنے کا راز معلوم کر لیا تھا۔ خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد دنیا کے ساتھ اُن کے ماضی کے تمام رشتے ٹوٹ جاتے تھے، یہاں تک کہ

ماضی کے متعلق سوچنا بھی ایک گناہ تھا۔ ہر نئے راہب کی نگرانی دو تربیت یافتہ راہبوں کو سونپ دی جاتی تھی۔ یہ دن رات اُس پر پہرا دیتے تھے، کوئی راہب اپنے محافظوں یا پہریداروں کی موجودگی کے بغیر اپنے عزیزوں یا رشتہ داروں سے ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ ملاقات سے انکار کر دیتا تو اس کا یہ فعل قابل قدر سمجھا جاتا تھا ——— ایک طویل عرصہ تک بھوکا پیاسا رہنا یا جاگنا ایک راہب کی تربیت کا ضروری حصّہ سمجھا جاتا تھا ——— ہاتھ پاؤں دھونا یا نہانا جسمانی خواہشوں میں شامل تھے، اِس لئے جسم کو انتہائی غلیظ و متعفن رکھنا اور میلے کچیلے، بدبودار چیتھڑوں میں ملبوس یا ننگا رہنا کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا ——— خوبصورت چہروں اور جسموں کو مسخ کر دینا بھی ایک نیکی تھی ——— چنانچہ کسی خوبصورت راہبہ کی ایک آنکھ نکال دینا یا کسی تندرست و توانا راہب کی ایک ٹانگ یا بازو توڑ دینا بھی ایک معمولی بات تھی۔ خانقاہ کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کے جرم کی سزا سو درّے تھی۔ دنیا کی کسی شے پر اپنا دعویٰ جتانا ایک جرم تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی راہب بے خیالی میں بھی یہ کہہ دیتا کہ یہ میرا جوتا یا میری قمیص ہے تو اسے اِس جرم کی پاداش میں چھ کوڑے رسید کئے جاتے تھے۔ خانقاہوں کے مکینوں کو ریاست کے قیدیوں سے زیادہ مشقت کرنا پڑتی تھی۔ ان گنت جسمانی اور ذہنی اذیتوں کے بعد نیند اُن کے لئے کسی راحت کا باعث ہو سکتی تھی لیکن اُن کی روحوں کے محافظ جہاں انہیں فاقہ کشی میں مبتلا رکھنا ضروری سمجھتے تھے وہاں اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ آرام کی نیند سے اُن کی رُوح پر جسم کی آلائشیں غالب نہ آجائیں۔

ان بدنصیب لوگوں کو ہر سزا کے بعد یہ یقین دلایا جاتا تھا کہ یہ سب اُن کی بہتری کے لئے ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے ہوش و حواس اور عقل و شعور کھو بیٹھتے تھے اور ان ناقابل برداشت اذیتوں میں بھی ایک تسکین محسوس کرتے تھے۔ رات کی تاریکی اور بسا اوقات دن کی روشنی میں بھی انہیں چاروں طرف ابلیس کی ان گنت صورتیں دکھائی دیتیں۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا کہ وہ گناہوں کے سمندر میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ خیالی گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے وہ اپنی ارواح کے محافظوں سے مزید سزاؤں کے طلبگار ہوتے، بعض اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کر ڈالتے بعض گناہوں کے مستقل خوف سے اپنا ذہنی[1] توازن کھو بیٹھتے۔

---

[1] چھٹی صدی عیسوی میں اس قسم کے پاگلوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی تھی۔ کہ یروشلم میں دماغی امراض کا ہسپتال تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

«راہب یا راہبہ بن جانے کے بعد کسی کے لئے جیتے جی اپنی خانقاہ سے بھاگ نکلنا ممکن نہ تھا، جو راہب اپنی خوشی سے ذہنی اور جسمانی اذیتیں برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے، انہیں مجبوراً نفس کشی کے تمام مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔

ابتدائی ادوار میں یہ خانقاہیں عام طور پر صرف اُن مفلوک الحال لوگوں سے آباد ہوتی تھیں جن کے لئے دنیاوی زندگی میں کوئی کشش نہ تھی لیکن جب رہبانیت نے مسیحی معاشرے میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا تو خوشحال لوگ بھی اِن کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ طبقہ اعلیٰ کے وہ نوجوان جن کے لئے رومی فوج میں بھرتی ہونا ضروری تھا، اپنی جان بچانے کے لئے خانقاہوں میں پناہ لیتے تھے۔

با اثر لوگوں کی شمولیت نے رہبانیت کی توقیر میں اور اضافہ کر دیا ——— اور خانقاہوں کے بشپ عوام کی بجائے خواص کو ترجیح دینے لگے۔ یہ لوگ خوشحال تاجروں یا حکومت کے عہدہ داروں کے پاس جا کر اُن سے اپیلیں کرتے کہ تم اپنے فلاں بیٹے یا بیٹی کو دینِ مسیحؑ کی خدمت کے لئے وقف کر دو تو تم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو گے۔ اور اگر تم نے اُسے نجات کے راستے سے روکنے کی کوشش کی تو اُس کے زندگی بھر کے گناہوں کا بوجھ تمہاری گردن پر ہوگا۔ ان راہبوں کی تقریریں اِس قدر پر جوش اور مؤثر ہوتیں کہ والدین اپنے بچوں کو اُن کے حوالے کر دیتے۔ لوگوں کے دلوں پر خانقاہوں کا رعب جمانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بعض راہبوں کی کرامات کے متعلق عجیب و غریب باتیں مشہور کر دی جاتی تھیں۔

ہر خانقاہ ایک چھوٹی سی سلطنت تھی، جہاں اختیارات ادنیٰ اور اعلیٰ عہدہ داروں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ اور جس طرح رعایا سلطنت کا حکم ماننے پر مجبور ہوتی ہے اِسی طرح عام راہب با اختیار راہبوں کا حکم مانتے تھے خانقاہ کا حاکم اعلیٰ یا راہب اپنے اختیارات میں صرف اُن آزمودہ کار راہبوں کو شریک کرتا تھا جو نفس کشی اور ریاضت کے اَن گنت مراحل سے سرخرو ہو کر نکلتے تھے۔ ان خانقاہوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دولت کی کمی نہ تھی۔ لوگ یہاں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نذرانے لے کر آتے تھے۔

توہم پرستی اور اذیت پسندی نے ان راہبوں کو انتہائی متعصب اور تنگ نظر بنا دیا تھا۔ یہ لوگ اپنی ذات سے متنفر تھے اس لئے دوسروں کے ساتھ محبت یا رواداری سے پیش آنا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اپنے تنگ و تاریک راستوں کے سوا انہیں کوئی دوسرا راستہ پسند نہ تھا۔ عقائد کے معاملے میں ذرّہ بھر لچک اُن کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ اُن کی خانقاہوں میں نفس کشی کے جو طریقے رائج تھے اُن پر نکتہ چینی کرنا یا انہیں معقولیت کی کسوٹی پر کسنا ایک ایسا گناہ تھا جس کی کوئی بخشش نہ تھی۔ مختلف فرقوں کے درمیان اعتقادات یا عبادات کے طریقوں کا معمولی سا اختلاف انہیں قتل و غارت پر آمادہ کر سکتا تھا اور وہ اپنے مخالفین پر بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ کسی کے قتل کر دینے یا زندہ جلا دینے سے انہیں یہ تسکین ملتی کہ انہوں نے مقتول کی روح پر احسان کیا ہے۔ اور کسی کے ہاتھوں قتل ہوتے وقت انہیں یہ اطمینان ہوتا کہ ان کی رُوح کو جسم کی نجاست سے نجات حاصل ہو گئی ہے۔

رومی حکومت اپنے تمام جاہ و جلال کے باوجود کلیسا کے معاملات میں مداخلت سے اجتناب کرتی تھی۔ اگر کسی بات پر دنیاوی اور روحانی حکمرانوں کے درمیان ٹھن جاتی تو رومی سپاہی یہ محسوس کرتے کہ کلیسا کے تقدس کے محافظ اُن سے کہیں زیادہ نڈر اور خونخوار ہیں۔

بادشاہی اور کلیسا کے علاوہ سلطنت کی تیسری قوت سینیٹ تھی جو رومی حکومت کو کسی حد تک جمہوریت کا رنگ عطا کرتی تھی۔ لیکن سلطنت کے معاملات میں سینیٹ کی مداخلت حکمرانوں کے مزاج پر منحصر تھی۔ ایک کمزور حکمران کبھی سینیٹ کے ارکان اور کبھی کلیسا کے اکابر کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا تھا اور ایک طاقتور بادشاہ کے لئے اپنے اختیارات میں معمولی مداخلت بھی ناقابلِ برداشت ہوتی تھی۔

اصنام پرست یونانیوں کی بعض قدیم رسوم روم کی طرح قسطنطنیہ میں بھی پہنچ چکی تھیں۔ رتھوں کی دوڑ کو ایتھنز اور روم کی طرح یہاں بھی ایک قومی کھیل کا درجہ حاصل تھا۔ اور بازنطینی حکمران ایک مذہبی رسم کی طرح اِس کھیل کی سرپرستی کرتے تھے۔

ابتدائی ادوار میں یہ کھیل ایک تفریحی مشغلہ تھا لیکن آگے چل کر تفریح ایک مستقل فساد کا ذریعہ بن گئی۔ رتھوں کی دوڑ میں حصہ لینے والے کھلاڑیوں کے مختلف گروہ آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اور بازنطینی معاشرے میں انہیں مذہبی فرقوں کی سی اہمیت حاصل ہو گئی تھی۔ کھلاڑیوں کے جس گروہ کو شہنشاہ کی سرپرستی نصیب ہوتی، اُس کے مخالفین پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا تھا۔ یہ لوگ رات کے وقت مسلح ہو کر گھروں سے نکلتے اور شہر کی گلیوں اور بازاروں میں لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کر دیتے۔ اُن کے مظالم اپنے مخالفین یا اُن کے حامی عوام تک ہی محدود نہ رہتے تھے

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

بلکہ یہ درندے اُن بے گناہ لوگوں کے گھروں میں بھی جا گھستے تھے۔ جنھیں اُن کی دوستیوں یا دشمنیوں سے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا۔ دولت مندوں کی دولت چھین لی جاتی، خاوندوں اور بھائیوں کے سامنے اُن کی بیویوں اور بہنوں کی عصمت لُوٹی جاتی، والدین کی گود سے اُن کے خوبصورت بچے چھین لئے جاتے لیکن انہیں احتجاج کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اگر کوئی ان درندوں کو دیکھ کر اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیتا تو مکان کو آگ لگا دی جاتی۔

قسطنطنیہ کو ان ہولناکیوں سے بچانے کے لئے قانون، مذہب اور اخلاق کے تمام ضابطے ناکام ہو چکے تھے۔ عوام کے گھروں کی طرح گرجے اور خانقاہیں بھی وحشت اور بربریت کی اِس آندھی سے محفوظ نہ تھیں۔

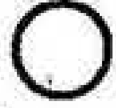
حکومت کی فوج اور پولیس یہ المناک مناظر دیکھتی لیکن ملوکیت کا رعب و جلال ادائے فرض کے راستے میں حائل ہو جاتا۔ اگر کوئی فرض شناس حاکم یا دیانت دار جج عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی جرأت کرتا تو اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ ان کھلاڑیوں کے جس فریق کے سر پر شہنشاہ کا ہاتھ ہوتا اُس کے بدترین مظالم کے خلاف ملک کے قانون کی زبان گنگ ہو جاتی۔ پھر جب کوئی نیا حکمران کسی دوسرے فریق کا سرپرست بن جاتا تو ظالم مظلوم ہو جاتے اور مظلوم ظالم۔

رومی حکمرانوں کا یہ سلوک کسی بیرونی دشمن کے ساتھ نہیں، اُس رعایا کے ساتھ تھا جو انہیں اپنا محافظ سمجھتی تھی۔ جس کی مذہبی عبادت گاہوں میں ان کی عزت اور سربلندی کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

یہ وہ دور تھا جب مشرق و مغرب کے چوسٹھ صوبوں، نوسو پینتیس شہروں اور بے شمار بستیوں کے عوام پر قیصر کا حکم چلتا تھا۔ اور اگر ان صوبوں، شہروں اور بستیوں میں سوچنے، سمجھنے اور محسوس کرنے والے انسان آباد تھے تو ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ شاہراہ حیات کے ان بھٹکے ہوئے مسافروں کی رات کتنی تاریک، کتنی بھیانک اور کتنی صبر آزما تھی۔ پھر ہمارے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل نہیں کہ روم اور ایران کے تصادم کا نیا دور فرزندانِ آدم کے لئے کس قدر ہولناک تھا۔

یہ اُن شہنشاہوں کا تصادم تھا جنھیں خدا کی زمین پر اپنے سوا کسی اور کا سانس لینا گوارا نہ تھا۔ اور یہ اُن قوموں کا معرکہ تھا جو یکساں بے رحم، توہم پرست اور تنگ نظر تھیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود انسانی تاریخ کے اُس دور میں روم اور ایران ہی وہ عظیم سلطنتیں تھیں جن سے مشرق و مغرب کی اقوام تہذیب و اخلاق کا درس لے سکتی تھیں۔ یہی وہ گدلے پانی کے چشمے تھے جن کی طرف بے آب و گیاہ صحراؤں میں بھٹکنے والے قافلے رجوع کر سکتے تھے۔

ایشیا اور یورپ کے شمالی اور وسطی ممالک میں جہالت اور پسماندگی اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ یہ ممالک اُن خانہ بدوش اور وحشی قبائل کی شکارگاہیں تھیں جو مختلف ادوار میں منگولیا سے نکل کر یورپ اور ایشیا کے میدانوں میں پھیل جایا کرتے تھے۔ زرخیز خطوں پر قبضہ جمانے کے بعد جب یہ خانہ بدوش نسبتاً متمدن زندگی کے عادی ہو جاتے اور کھیتی باڑی کی بدولت وسائل حیات کی فراوانی اُن کی بدویانہ خصوصیات بدل ڈالتی تو وسط ایشیا سے وحشت اور بربریت کے طوفان کی ایک اور لہر اُٹھتی اور ان ترقی یافتہ وحشیوں کو اپنے انتہائی پسماندہ اور خونخوار بھائیوں کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی۔ سیتھین، ہُن اور ونڈال جن کی وحشت اور بربریت کبھی مشرق میں سلطنت ایران اور کبھی مغرب میں سلطنتِ روما کے لئے خطرۂ عظیم بن جاتی تھی۔ انہی قبائل کی شاخیں تھیں جو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے منگولیا کی چراگاہوں کو ناکافی پاکر نئی چراگاہوں کی تلاش میں نکل پڑتے تھے۔



عرب، روم اور ایران کی عظیم سلطنتوں کا ایک گمنام اور حقیر ہمسایہ تھا۔ لیکن اس ملک کے باشندے اپنے ہم جوار ممالک کے اچھے یا بُرے اثرات سے محفوظ تھے۔ مشرق یا مغرب سے اگر کوئی طوفان نمودار ہوتا تھا تو اُس کی لہریں اِس صحرا کی ریت میں گم ہو کر رہ جاتی تھیں۔ اہل عرب مدنیت کے شعور کی اُس منزل سے صدیوں پیچھے تھے جہاں افراد یا قبائل کے اتحاد سے قوم یا ملّت معرضِ وجود میں آتی ہے اور زمین کے خطے ایک سلطنت کے اجزا بن جاتے ہیں۔

یہاں بیرونی تہذیبوں کے خفیف سے اثرات صرف اُن بستیوں اور شہروں تک محدود تھے جو یمن اور شام کے درمیان قدیم تجارتی شاہراہ پر آباد تھے۔ سلطنت کا تصوّر جزیرہ نمائے عرب کے اُن بیرونی اور نسبتاً زرخیز علاقوں تک محدود تھا جہاں مستقل آبادی اپنے وسائل حیات کے تحفظ کے لئے کسی طاقتور خاندان کی سیادت قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ صحرائی آبادی اُن خانہ بدوشوں پر مشتمل تھی جو اونٹ کے بالوں یا بکریوں کی کھالوں کے خیموں میں رہتے تھے۔ اُن کے نزدیک بھیڑ بکریاں، اونٹ یا گھوڑے پالنا اور شکار کھیلنا ہی مردانہ کام تھے۔ جنوب کے زرخیز علاقے میں سلطنتیں بنی اور ختم ہو گئیں لیکن بے آب و گیاہ وادیوں کے مکین ان انقلابات سے محفوظ رہے۔ پانی کی کمیابی، خوراک کی قلت اور جھلس دینے والی گرمی کے باعث بیرونی حملہ آوروں کے لئے اس خطۂ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

زمین میں کوئی کشش نہ تھی لیکن اس کے باوجود یہ صحرا نشین امن وسکون سے ناآشنا تھے۔ وہ بیرونی جارحیت سے تو محفوظ تھے لیکن جہالت کا عفریت جسے وہ اپنی مخصوص تہذیبی اور اخلاقی روایات کا محافظ سمجھتے تھے اُن کے لئے روم وایران کی استبدادی قوتوں سے زیادہ خطرناک بن چکا تھا۔ وہ باہر کی آندھیوں سے محفوظ تھے لیکن اپنے گھر کی آگ سے اُن کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔

اُن کے ماضی کی تاریخ خاندانی جھگڑوں یا قبائلی جنگوں تک محدود تھی۔ یہ جنگیں عام طور پر افراد سے شروع ہوتی تھیں جو کبھی کسی پانی کے چشمے، یا چراگاہ پر قبضہ کرنے اور کبھی ایک دوسرے کے مویشی چھیننے کے لئے آپس میں الجھ پڑتے تھے، پھر تمام کے تمام قبیلے میدان میں آجاتے اور برسوں تک لوٹ مار، قتل وغارت اور انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہتا۔ جب ایک نسل کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک بہ نکلتا تو نئی نسل میدان میں آجاتی۔ اُن کے خطیب اور شاعر نفرت وانتقام کے جہنم کیلئے تازہ ایندھن مہیا کرتے تھے، اُن کا بیشتر شعروادب اُن قصائد اور ہجویات پر مشتمل تھا جس کی بدولت وہ اپنی پرانی عداوتیں زندہ رکھ سکتے تھے۔

قبائلیت بدوی سوسائٹی کی بنیاد تھی۔ ایک فرد کی زندگی کا اوّلین مقصد اپنے قبیلے کی انا کی تسکین کا سامان مہیا کرنا تھا۔ اپنے قبیلے کے کسی فرد کے قاتل کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ ایسا مجرم فرار ہو کر ہی قبیلے کے انتقام سے بچ سکتا تھا۔ لیکن ہمسایہ قبائل کے خلاف انتہائی گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی قابلِ تحسین سمجھا جاتا تھا۔

کمزور قبائل کو اپنی سلامتی کے لئے کسی طاقتور قبیلے کی پناہ لینا پڑتی تھی اور اس کے بدلے وہ خراج ادا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایک غیر جانبدار قبیلہ فریقین کے درمیان کود پڑتا تو ایک عارضی مدت کے لئے صلح بھی ہو جاتی تھی لیکن تصفیہ کا اصول یہ تھا کہ جنگ میں جس قبیلے کے کم آدمی مارے جاتے تھے اُسے اپنے حریف کی زائد اموات کا خوں بہا دینا پڑتا تھا۔

قبائل صرف پیدائشی اور نسلی رشتوں ہی سے نہیں بنتے تھے بلکہ ایک اجنبی کسی کے گھر کا کھانا کھانے اور اُس کے خون کی چند بوندیں چکھنے کی رسم ادا کرنے کے بعد اُس کے قبیلے میں داخل ہو سکتا تھا۔ بعض اوقات ایک چھوٹے اور کمزور قبیلے کے تمام افراد اپنی بقا کے لئے کسی بڑے اور طاقتور قبیلے میں جذب ہو جاتے تھے،

اور اس طرح انہیں اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے بعد اپنے دشمنوں کے مظالم کا حساب چکانے کا موقع مل جاتا تھا ——

عرب جس قدر جاہل تھے اُسی قدر ضدّی، خونخوار اور مغرور تھے۔ صحرا کی آب وہوا نے انہیں اونٹ کی طرح جفاکش اور کھجور کے درختوں کی طرح سخت جان بنا دیا تھا لیکن یہ جفاکشی کسی صحت مند معاشرے کی بجائے انہیں اپنے ماحول کی تاریکیوں میں ثابت قدم رکھنے کے کام آ رہی تھی۔ اپنے اسلاف کی بدترین روایات پر قائم رہنا اُن کے نزدیک بہادری اور اپنے اسلاف کا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا اُن کے نزدیک بزدلی اور بے غیرتی کے مترادف تھا۔

مکہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ لیکن شرک کی آندھیاں یہاں توحید کا چراغ بجھا چکی تھیں۔ اور خدا کا یہ گھر ایک بتکدہ بن چکا تھا۔ عرب اب بھی خانہ کعبہ کو اپنا روحانی مرکز سمجھتے تھے لیکن صدیوں کی جہالت کی طغیانیوں میں دینِ ابراہیمؑ کی تعلیم، چند مشرکانہ رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی۔ —— خال خال ایسے لوگ تھے جن کے دلوں کی گہرائیوں میں دینِ ابراہیمؑ کی لَو جھلملا رہی تھی لیکن ظلمت کے طوفانوں کے آگے چند ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ عرب سے باہر مجروح انسانیت کو اپنے زخموں کا احساس تھا۔ وہاں بھٹکے ہوئے قافلے کسی راہنما کے جویا ہو سکتے تھے۔ بالخصوص شام میں عیسائی اور یہودی مذاہب کے پیشوا جب اپنے گردوپیش سے مایوس ہوتے تھے۔ تو ان کی نگاہیں فلسطین کی وادیوں میں اُس نجات دہندہ کو تلاش کرتی تھیں جس کی آمد کی بشارت اُن کے آسمانی صحیفوں میں موجود تھی —— اگر وہ تاریکی میں بھٹک رہے تھے تو انہیں کسی روشنی کا انتظار تھا۔ اگر وہ جبرو استبداد کی چکی میں پس رہے تھے تو انہیں عدل وانصاف اور رحم وکرم کی طلب تھی۔ لیکن عرب کا ضمیر اُس روشنی سے محروم ہو چکا تھا جو اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتی ہے۔ انہیں اپنے اندوہناک ماضی پر فخر تھا، وہ اپنے حال کی پستیوں پر مغرور تھے۔ اُن کے مقدر کی ظلمتوں کو کسی روشنی کی احتیاج نہ تھی وہ جس ڈگر پر چل رہے تھے اُسی پر چلتے رہنا چاہتے تھے —— کوئی نیا راستہ جس پر اُن کے اسلاف کے نشانِ قدم موجود نہ تھے اُن کے لئے قابلِ قبول نہ تھا —— کوئی برائی جو انہیں ورثے میں ملی تھی قابلِ نفرت نہ تھی۔ اور کوئی نیکی جسے اُن کے آباؤ اجداد ٹھکرا چکے تھے اُن کے نزدیک قابلِ التفات نہ تھی —— اُن کا وجود زندگی کی

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ہر سعادت کی نفی کرتا تھا ـــــ وہ اپنے ظلمتکدے کو اس صبح کی روشنی سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے جس کے انتظار میں امن و سکون کے جویاؤں کی نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔ لیکن یہی وُہ ظلمتکدہ تھا جو روشنی کے جویاؤں کی نگاہوں کا مرکز بننے والا تھا ـــــ یہی وہ بنجر اور سنگلاخ زمین تھی جسے قدرت نے اپنے انعامات کی بارش کے لئے منتخب کیا تھا ـــــ اور یہی وُہ افق تھا جس کی بھیانک تاریکیاں، آفتابِ رسالتؐ کی ضیا پاشیوں کی اوّلین مستحق سمجھی گئی تھیں

یہ داستان فرزندانِ آدم کی تاریخ کے اُس دور سے تعلق رکھتی ہے، جب مکّہ میں ایک نئی صبح کی روشنی نے تاریک رات کے مسافروں کو چونکا دیا تھا۔

باب (۳)

ایک دن یثرب کے یہودیوں کا ایک بااثر سردار کعب بن اشرف کھجوروں کے باغ سے گھرے ہوئے اپنے قلعہ نما مکان سے نمودار ہؤا، اور شمعون اور اُس کے خاندان کے آٹھ آدمی جو کھجوروں کی چھاؤں تلے، چٹائیوں پر بیٹھے اُس کا انتظار کر رہے تھے اُسے دیکھ کر کھڑے ہوگئے۔

کعب نے شمعون سے پوچھا "ہبیرہ ابھی تک نہیں آیا؟"

شمعون نے جواب دیا "جناب میرے غلام نے اُسے آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور اُس نے بہت جلد آنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ وُہ ایک بدمزاج آدمی ہے۔ آپ ذرا سختی سے بات کریں۔ ان لوگوں کی یہ جرأت نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمارے مقروض ہو کر ہمیں کو آنکھیں دکھائیں۔ پچھلے مہینے میں اُس کے پاس گیا تھا تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہو گیا تھا۔"

پانچ عرب، باغ سے مکان کی طرف آنے والے راستے پر نمودار ہوئے اور کعب نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "دیکھو! وہ آرہا ہے۔ تمہیں اُس سے بات کرتے ہوئے ذرا تدبر سے کام لینا چاہیے۔ اوس اور خزرج کو ایک طویل جنگ نے تھکا دیا ہے اور اُن کے کئی سرکردہ لوگ درپردہ مصالحت کے لئے کوشاں ہیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ اگر اُن کی لڑائی ختم ہوگئی تو وہ کسی دن ہمارے خلاف متحد ہو جائیں گے، ہمیں کسی فریق کو بھی اس قدر آزردہ نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ مایوسی اور بے بسی کی حالت میں اپنے دشمن سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو جائے ـــ"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخاں
www.pdfbooksfree.pk

ہبیرہ اور اُس کے ساتھیوں کو قریب آتے دیکھ کر یہودی خاموش ہو گئے۔ ہبیرہ کی ڈاڑھی کے نصف بال سفید ہو چکے تھے تاہم اُس کے بھاری جسم اور بارعب چہرے سے تندرستی اور توانائی مترشح تھی۔ اُس کا دایاں بازو کہنی کے اوپر سے کٹا ہُوا تھا اور پیشانی اور بائیں گال پر پرانے زخموں کے نشان تھے۔ اُس کے بائیں ہاتھ میں ایک مضبوط لاٹھی تھی۔ باقی چار افراد جن میں سے دو کی عمر پندرہ اور اٹھارہ برس کے درمیان معلوم ہوتی تھی اور دو ہبیرہ کے ہم عمر تھے، تلواروں سے مسلّح تھے۔

یہ لوگ کعب کے اشارے سے یہودیوں کے قریب بیٹھ گئے۔ اور کعب نے اُن کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہبیرہ میں حیران ہوں کہ تم امن کے دنوں میں بھی مسلّح آدمیوں کے پہرے میں گھر سے باہر نکلتے ہو۔"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ خالی ہاتھوں کے مقابلے میں تلواریں امن کی بہتر ضمانت ہو سکتی ہیں۔"

ایک یہودی نے کہا۔ "احتیاط بُری چیز نہیں، پرسوں بنو خزرج کے تین آدمی، ہتھیار بند شہر میں پھر رہے تھے۔"

کعب نے کہا۔ "ہبیرہ! شمعون کو شکایت ہے کہ تم نے اُس سے بدعہدی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آپس میں تصفیہ کر لو۔"

ہبیرہ کا چہرہ غصّے سے تمتما اُٹھا، اُس نے قہر آلود نگاہوں سے شمعون کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں نے اِس کے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔"

شمعون نے کہا۔ "جناب اِس نے میرا قرض ادا کرنے کی بجائے، اپنے گھوڑے کہیں باہر بھیج دیئے ہیں۔"

ہبیرہ نے شمعون کے بدلے کعب کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "جناب میں نے اِس کا قرض ادا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ صرف چند ماہ کی مہلت مانگی تھی۔"

شمعون نے کہا۔ "اگر تم اپنے گھوڑے دوسروں کے ہاتھ بیچنا چاہو تو میں تمہیں مہلت کیوں دوں، میں اُس دن کا انتظار کیوں کروں جب تم اپنا باغ، جانور اور گھر کا تمام اثاثہ بیچ کر کہیں بھاگ جاؤ۔"

ہبیرہ خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا اور کعب نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "شمعون تمہیں ایک معزز آدمی سے اِس طرح بات نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ہبیرہ کو جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا ایک ایک درہم ادا کر دے گا۔"

ہبیرہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "میں نے جو رقم اس سے لی تھی اُس سے تین گنا سُود ادا کر چکا تھا۔ اور یہ کہتا تھا کہ اگر میں اسے اپنے آٹھ بہترین گھوڑے دے دوں تو بھی صرف سود کی بقایا رقم ہی پوری ہو سکے گی۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ اِس کا پورا حساب چکا دیا جائے، پچھلے دنوں شام میں گھوڑوں کی بہت مانگ تھی اس لئے میں نے گھوڑے وہاں بھیج دیئے تھے۔"

کعب نے کہا۔ "اگر تمہارا یہ خیال تھا کہ شمعون تمہارے گھوڑوں کی قیمت کم لگاتا ہے تو یہاں کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیئے ہوتے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "اگر وہ تمام گھوڑے میرے اپنے ہوتے تو میں شاید یہی کرتا۔ لیکن اُن میں میرا بھتیجا عاصم بھی حصّہ دار تھا۔ اور وہ انہیں یہاں بیچنے کی بجائے شام لے جانے پر مصر تھا، اُس کے اصرار کی وجہ یہ تھی کہ ہمیں اسلحہ کی بے حد ضرورت تھی۔ عاصم شام میں گھوڑے بیچنے کے بعد تلواریں خرید کر لائے گا۔ اور ہم یہاں اپنی ضرورت سے زائد تلواریں اپنے قبیلے کے لوگوں کے ہاتھ تگنی قیمت پر فروخت کر سکیں گے۔ پھر میرے لئے شمعون کا قرضہ اتارنا مشکل نہ ہو گا۔ شمعون مجھ پر بدعہدی کا الزام لگاتا ہے لیکن آپ اِس سے پوچھیئے کیا اِس نے ہمارے خاندان کے آدمیوں سے بیس تلواریں مہیا کرنے کا وعدہ کرنے کے بعد ہمیں دھوکا نہیں دیا اور وہ تلواریں ہمارے دشمنوں کے ہاتھ فروخت نہیں کیں؟"

شمعون نے کہا۔ "جب قبیلۂ خزرج کے لوگ مجھے زیادہ قیمت دیتے تھے تو میں تم سے سودا کیوں کرتا؟"

ہبیرہ نے کہا۔ "پھر تمہیں یہ شکایت کیوں ہے کہ میں نے اپنے گھوڑے سستے داموں تمہارے ہاتھ فروخت کیوں نہیں کئے؟"

شمعون نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ تم میرے مقروض ہو۔"

ہبیرہ نے طیش میں آ کر کہا۔ "تمہاری تمام دولت ہمارے خون اور پسینے سے نچوڑی ہوئی ہے اور اب تم ہمیں مقروض ہونے کا طعنہ دیتے ہو۔؟"

کعب نے کہا۔ "دیکھو! جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں، میں نے تمہیں اِس لئے بلایا ہے کہ تمہارا تصفیہ کرا دیا جائے۔"

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ہبیرہ نے کہا۔"آپ جو کہیں میں ماننے کو تیار ہوں، لیکن شمعون کو مجھ سے بد کلامی کرنے کا کوئی حق نہیں میں نے آج تک اِس سے کوئی بدعہدی نہیں کی لیکن اس نے ہمیشہ میری مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے مجھ سے پہلے اِس نے میرے بھائی کو قرض دیتے وقت جو شرائط منوائی تھیں وہ انتہائی تکلیف دہ تھیں لیکن ہم نے مجبوری کی حالت میں سب کچھ برداشت کیا۔ میرے بھائی کو اپنا نصف باغ اور چشمے سے اپنے حصے کا نصف پانی اِس کے پاس رہن رکھنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ پانی رہن شدہ باغ کی آبیاری کے لئے استعمال ہونا چاہیئے تھا، لیکن جب میرا بھائی قرضے کی نصف سے زائد رقم ادا کر چکا تو اِس کی نیت میں فتور آگیا اور اِس نے پانی اپنے نئے باغ کو دینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مزید تین سال گزرنے کے بعد جب میرے بھائی نے پوری رقم ادا کر کے اپنا باغ چھڑایا تو اُس کے بیشتر درخت سوکھ چکے تھے۔"

شمعون نے کہا۔"لیکن تم یہ بات بھول گئے ہو کہ تمہارے بھائی نے اپنے ایک بیٹے کو بھی میرے پاس رہن رکھا تھا اور ہمارا معاہدہ یہ تھا کہ قرضے کا آخری درم ادا ہونے تک وہ میرے پاس رہے گا۔"

ہبیرہ نے کہا۔"اگر تم اُسے اپنے پاس نہیں رکھ سکے تو اِس میں میرا یا میرے بھائی کا کیا قصور تھا؟ کیا یہ درست نہیں کہ جب وہ تمہاری بدسلوکی سے تنگ آکر گھر بھاگ آیا تھا تو ہم اُسے پکڑ کر تمہارے پاس لے گئے تھے لیکن تم نے خود ہی اُسے اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔؟"

شمعون نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا۔"جناب آپ ہی انصاف کریں کہ میں نے عاصم کے ساتھ کیا بدسلوکی کی تھی۔ میں نے اُسے کام کا آدمی بنانے کے لئے اُس کی تعلیم کا انتظام کیا، لیکن جب وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا تو الٹا میرا دشمن بن گیا۔ اُس نے تین دفعہ میرے بڑے لڑکے کو پیٹا۔ چوتھی بار میرے چھوٹے لڑکے کو ایک سرکش گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا کر چھوڑ دیا۔ میرے پاس بنو خزرج کے ایک معزز شخص عدی کا لڑکا عُمیر بھی رہن تھا، عاصم کی اس سے بھی نہیں بنتی تھی۔ ایک دن اِس نے عُمیر بن عدی کو اتنا پیٹا کہ اُس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا۔ میرے نوکروں کی مداخلت سے عُمیر جان چھڑا کر گھر پہنچا تو اُس کے خاندان کے بوڑھے اور جوان میرے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ عاصم کو ہمارے حوالے کر دو۔ یہ عاصم کی خوش قسمتی تھی کہ وہ میری پناہ میں تھا ورنہ عدی کے بیٹے سے یہ سلوک کرنے کے بعد اُس کا ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ رہنا ممکن نہ تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کیا۔

چند دن بعد مجھے معلوم ہوا کہ اوس اور خزرج پھر کھلے میدان میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں مجھے ڈر تھا کہ اوس، خزرج کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اس لئے میں نے نوکروں سے کہہ دیا کہ وہ عاصم کا خیال رکھیں چنانچہ لڑائی سے ایک دن قبل ہم نے اُسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ میرا قیاس درست نکلا، اِس لڑائی میں بنو اوس کا بہت نقصان ہوا۔ ہبیرہ کا ایک بیٹا اور اِس کے بھائی کے دو بیٹے مارے گئے اور میری وجہ سے عاصم کی جان بچ گئی، لیکن اُس نے مجھے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ جب اُس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولا گیا تو وہ باہر نکلتے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑا یہ دیکھئے!" شمعون نے اپنا منہ کھول کر دانتوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔"میرے تین دانت اب بھی ہلتے ہیں۔"

ہبیرہ نے فخریہ انداز میں کہا۔"یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ میرا بھتیجا موت سے ڈرتا ہے۔ تم تو بنو خزرج کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ لڑائی کے دن تم نے ہمارے ایک شیر کو باندھ رکھا تھا۔ تمہیں اس بات کا دکھ ہے کہ اُس نے عمیر بن عدی کو پیٹ ڈالا تھا لیکن تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ پھر تمہارے بیٹوں کے دماغ میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ وہ میرے بھتیجے سے افضل تھے۔ ہم نے تم سے قرضہ لیا تھا بھیک نہیں مانگی تھی۔"

شمعون نے کہا۔"جناب! میں نے عاصم کو اپنے بچوں کی طرح گھر میں رکھا تھا۔ لڑائی کے دن میں نے اُسے صرف اس ڈر سے کمرے میں بند کر دیا تھا کہ وہ ابھی تلوار اٹھانے کے قابل نہیں ہوا۔ اگر وہ میدان میں چلا جاتا تو اُس کا انجام اپنے بڑے بھائیوں سے مختلف نہ ہوتا۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ اس نیکی کا یہ اجر ملے گا ——
بات دراصل یہ تھی کہ جب عاصم کے دو بھائی جنگ میں مارے گئے تو اِس کے باپ نے اُسے اپنے پاس رکھنے کی ضرورت محسوس کی، پہلے اُس نے یہ کہا کہ میں تجارت کے سلسلے میں شام جا رہا ہوں اور عاصم کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ اُسے چند مہینے کے لئے آزاد کر دو۔ لیکن جب میں ادائے قرض سے پہلے اُسے چھوڑنے پر رضامند نہ ہوا تو اُس نے عاصم کو میرے خلاف بھڑکا کر ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی کہ میں اُسے واپس کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔"

ہبیرہ نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔"تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر ہماری نیت بُری ہوتی تو ہم عاصم کو

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

دوبارہ تمہارے پاس لے کر نہ آتے۔"

شمعون نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب! اُسے دوبارہ میرے پاس لانے سے ان کا مقصد صرف میرا مذاق اڑانا تھا۔ ایک طرف یہ مجھ سے مصالحت کی باتیں کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ لڑکا میرے بیٹے کے کان میں کہہ رہا تھا کہ اگر اب مجھے یہاں رہنا پڑا تو میں سب سے پہلے تمہیں قتل کروں گا اور اس کے بعد تمہارے باپ اور بھائیوں کی باری آئے گی۔"

ہبیرہ نے کعب سے کہا۔ "جناب! آپ اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں عاصم کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک کیسا تھا۔ ایک کمسن لڑکا بلاوجہ اس قدر مشتعل نہیں ہو سکتا۔"

کعب نے قدرے درشت ہو کر کہا۔ "ہبیرہ ہم تمہارے کسی آدمی کو اس کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے بچوں کو پیٹے۔ تم بنو خزرج کے مقابلے میں اپنی ناکامیوں کا انتقام یہاں کے یہودیوں سے نہیں لے سکتے۔ میں تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ ہم سے بگاڑ کر تم ایک دن کے لئے بھی یثرب کی وادیوں میں نہیں رہ سکتے۔ میں نے انتہائی ضبط سے کام لے کر تمہاری باتیں سُنی ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارا یہ رویہ دانشمندانہ نہیں، تمہیں قدم قدم پر ہماری ضرورت پڑے گی۔"

ہبیرہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں کعب کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "آپ شمعون کی غلط بیانی سے متاثر ہوئے ہیں۔ عاصم نے کسی بچے پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا، اس کا چھوٹا لڑکا اُس کا ہم عمر ہے اور باقی دونوں اُس سے بڑے ہیں۔ آپ شمعون سے یہ پوچھئے کہ اس کے لڑکوں نے عاصم سے کیا کہا تھا؟"

شمعون بولا۔ "تم خود ہی بتا دو نا؟"

"انہوں نے کہا تھا کہ آئندہ ہم قرضہ مانگنے والوں سے لڑکوں کی بجائے لڑکیاں رہن رکھنے کا مطالبہ کیا کریں گے۔ عدی کا بیٹا بے غیرت تھا اور وہ یہ برداشت کر گیا، لیکن عاصم اُس سے مختلف تھا۔"

شمعون نے کہا۔ "یہ بالکل غلط ہے۔ بات یہ تھی کہ لڑکے عُمیر کے ساتھ مذاق کر رہے تھے اور عاصم نے پہلے اُسے بے غیرتی کا طعنہ دے کر اکسانے کی کوشش کی تھی لیکن جب وہ اُس کی باتوں میں نہ آیا تو اُس نے بذاتِ خود میرے لڑکوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ وہ ہمیشہ میرے لڑکوں سے اُلجھنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش

میں رہتا تھا اور عُمیر سے اُس کی عداوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ میرے بیٹوں کے خلاف اُس کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "جناب آپ خود ہی انصاف کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شمعون کے بیٹوں نے بنو خزرج کے ایک لڑکے سے مذاق کیا ہو اور عاصم کو طیش آگیا ہو۔ بات دراصل یہ تھی کہ انہوں نے ان دونوں کی عزت پر حملہ کیا تھا۔ عمیر نے اپنے خاندان کی توہین برداشت کر لی لیکن عاصم برداشت نہ کر سکا۔ اُس وقت اُس کی عمر بارہ یا تیرہ سال سے زیادہ نہ تھی لیکن شمعون آج تک ہم سے انتقام لے رہا ہے۔"

شمعون نے برہم ہو کر کہا۔ "کیسا انتقام؟"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "تم نے پہلے میرے بھائی کا نصف باغ ویران کر دیا۔ اس کے بعد ہماری بجائے ہمارے دشمنوں کے ہاتھ تلواریں فروخت کیں۔ پھر ابھی چار مہینے کی بات ہے کہ ہمارے گھر میں میرے بھائی کی لاش پڑی تھی اور تم رقم ادا کرنے پر اصرار کر رہے تھے، عاصم کا اولین فرض اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینا تھا، لیکن اُس پر تمہاری باتوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنے باپ کو دفن کرتے ہی گھوڑے لے کر شام کی طرف روانہ ہو گیا، تاکہ کسی تاخیر کے بغیر تمہاری رقم ادا کرنے کا بندوبست کر دیا جائے لیکن اب تم کچھ دن بھی صبر نہیں کر سکتے۔"

کعب نے کہا۔ "شمعون میں ہبیرہ کو مدت سے جانتا ہوں یہ ایک بااصول آدمی ہے تمہیں اس کے وعدے پر اعتماد کرنا چاہیئے۔"

شمعون نے جواب دیا۔ "میں اس کے وعدے پر اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اوّل تو مجھے اس کے بھتیجے سے یہ توقع نہیں کہ وُہ واپس آجائے گا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ راستے ہی میں سب کچھ گنوا بیٹھے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "میرا بھتیجا اس سے پہلے بھی شام کا سفر کر چکا ہے اور مجھے اُس کی فراست پر اعتماد ہے لیکن اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آگیا تو قرضے کی رقم کے عوض میں اپنا آدھا باغ تمہارے پاس رہن رکھ دوں گا۔"

کعب نے کہا۔ "شمعون! اب تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیئے۔ اور ہبیرہ! تم کو بھی یہ محسوس نہیں کرنا چاہیے کہ میں نے تم پر دباؤ ڈالنے کے لئے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ ہم سے تمہارے تعلقات خراب نہ ہوں۔ آئندہ اگر تمہیں کوئی دشواری پیش آئے تو میرے پاس آجانا۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

ہبیرہ نے اٹھ کر احسان مندانہ لہجے میں کہا۔" میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ موجودہ حالات میں ہمارے لئے آپ سے اعانت طلب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ لڑائی میں ہمارا ساتھ دینا پسند نہ کریں تو بھی ہمیں اتنا قرضہ ضرور دے دیا کریں کہ ہم بنوخزرج سے برابر کی ٹکر لے سکیں۔ ہمارے قبیلے کے معززین کا ایک وفد آپ کے پاس آنے والا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ انہیں مایوس نہیں کریں گے۔"

کعب نے جواب دیا۔" تم اطمینان رکھو۔ ہم نے پہلے بھی تمہیں کبھی مایوس نہیں کیا۔ اور اب بھی اس شکایت کا موقع نہ دیں گے کہ ہم بنوخزرج کو بنواوس سے افضل سمجھتے ہیں۔"

"اور ہم بھی کبھی آپ کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں گے کہ بنواوس احسان کا بدلہ دینا نہیں جانتے۔" ہبیرہ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ کعب کچھ دیر ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اُن کی طرف دیکھتا رہا اور جب وہ نخلستان میں غائب ہو گئے تو شمعون سے مخاطب ہو کر پوچھا۔" شمعون اب تم سچ بتاؤ کیا یہ درست ہے کہ تمہارے بیٹوں نے صرف عمیر بن عدی سے مذاق کیا تھا اور عاصم کو اس پر بلاوجہ غصہ آگیا تھا؟"

"ہاں میں نے اپنے بیٹوں کے علاوہ عمیر سے بھی تصدیق کی تھی۔"

"اور عمیر نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ عاصم نے اُسے تمہارے بیٹوں کے خلاف لڑائی پر اُکسایا تھا؟"

"ہاں۔!"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عاصم اوس اور خزرج کے عام لڑکوں سے مختلف ہے۔"

"جی ہاں! وہ جس قدر ذہین ہے اُسی قدر خطرناک بھی ہے، ایک دن اُس نے میرے منہ پر کہا تھا کہ وہ وقت دور نہیں جب اوس و خزرج ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی بجائے، متحد ہو کر یہودیوں کے خلاف لڑیں گے۔"

"پھر تم نے ایسے خطرناک لڑکے کو تعلیم کیوں دلوائی؟"

شمعون نے جواب دیا۔" جناب جب وہ میرے پاس آیا تھا تو اُس کی عمر زیادہ نہ تھی۔ وہ باتوں سے بے حد ذہین معلوم ہوتا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ بڑا ہو کر میرے کاروبار میں ایک اچھا معاون ثابت ہوگا اور شاید واپس جانا نہ پسند کرے۔ پھر مجھے یہ بھی اُمید تھی کہ اُس کا باپ میرا قرضہ نہیں اُتار سکے گا، اور اُسے مجبوراً میرے پاس رہنا پڑے گا۔"

کعب نے کہا۔" تمہاری پہلی غلطی یہ تھی کہ تم نے ایسے ہوشیار لڑکے کو اپنے گھر میں رکھا۔ دوسری یہ کہ تم نے اُسے تعلیم دلوائی اور تیسری یہ کہ جب وہ بڑا ہو کر لڑائی میں حصہ لینا چاہتا تھا تو تم نے اُسے کوٹھڑی میں بند کر دیا۔"

ایک یہودی نے کہا۔" جناب! اوس کے ایک معمولی خاندان کا لڑکا ہمارے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہو سکتا اوّل تو وہ خزرج کے کسی نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا ورنہ ہم اُس سے نبٹ لیں گے۔"

کعب نے جواب دیا۔" میں اُس کے متعلق پریشان ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر اوس کے ایک نوعمر لڑکے کے دماغ میں ایسے خیالات پرورش پا سکتے ہیں تو ممکن ہے کہ کچھ دن میں اور بھی کئی لوگ ہمارے متعلق اسی طرح سوچنے لگیں۔ یثرب کے یہودیوں کی نجات اسی میں ہے کہ اوس و خزرج ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔ عربوں میں صلح کی نوبت اُس وقت آتی ہے جب ایک شکست خوردہ فریق ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے نقصانات کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ گزشتہ لڑائیوں میں اوس کی حالت کمزور ہو چکی ہے اور خزرج کی اکثریت بھی لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتی۔ اب ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ بنواوس کے حوصلے قائم رکھیں اور درپردہ اُن کی اتنی مدد ضرور کرتے رہیں کہ وہ اپنی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہ جانے تک لڑتے رہیں۔ ہمیں خزرج کو بھی یہی احساس دلانا چاہیئے کہ ہم اُن کے دوست ہیں۔ اوس اور خزرج کی صلح یا اتحاد ہمارے لئے بہت خطرناک ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اُن کی توجہ ہماری طرف مبذول ہو جائے گی۔ اگر ہم خود لڑنے کی بجائے صرف پیسہ دے کر اوس کے ہاتھوں خزرج اور خزرج کے ہاتھوں اوس کے آدمیوں کو قتل کرا سکتے ہیں تو ہمیں بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ پھر ہمارا پیسہ بھی رائگاں نہیں جائے گا۔ اگر ہم انہیں چند سال ایک دُوسرے سے لڑاتے رہیں تو اُن کے باغات اور مال مویشی ہمارے قبضے میں آجائیں گے ——— شمعون! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی قوم کے مفاد کے لئے تم ذرا حوصلے سے کام لینے کی کوشش کرو۔"

شمعون نے جواب دیا۔" جناب! آپ کا مشورہ ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اُسے مزید قرض دینے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن آپ کو اس بات پر پریشان نہیں ہونا چاہیئے کہ اوس اور خزرج کے درمیان صلح ہو سکتی ہے۔ جب تک اُن کی صفوں میں ہبیرہ جیسے لوگ موجود ہیں وہ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہیں گے اہل عرب جس مٹی پر ایک مرتبہ خون گراتے ہیں، اُس کی پیاس برسوں نہیں بجھتی۔ آپ بعوس اور فجار کی لڑائیوں کے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

حالات جانتے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اِن لڑائیوں میں حصّہ لینے والے قبائل یہودیوں کے اثرورسوخ سے بہت دُور تھے۔"

کعب نے اٹھتے ہوئے کہا۔"یہ صحیح ہے کہ اُن قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانے میں یہودیوں کا کوئی ہاتھ نہ تھا لیکن اگر اُن کے درمیان یہودی موجود ہوتے تو ان جنگوں کی شدّت اور طوالت میں مزید اضافہ کیا جاسکتا تھا۔ میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اوس اور خزرج کی لڑائیوں سے براہ راست ہمیں فائدہ پہنچتا ہے اِس لئے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے وہ اپنی تلواریں نیام میں کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ ہمارا کام ہبیرہ جیسے تندمزاج لوگوں کو مایوس کرنا نہیں بلکہ اُن کی پیٹھ ٹھونکنا اور اُن کے حوصلے قائم رکھنا ہے"

ایک یہودی نے کہا۔"جناب! آپ مطمئن رہیں ہم اوس اور خزرج میں سے کسی کا جوش ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ درست ہے کہ اُن کے بیشتر خاندان لڑائی سے تنگ آچکے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ عاصم کے واپس آنے پر جو تلواریں اُس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوں گی وہ زیادہ عرصہ نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔"

کعب نے کہا۔"شمعون! تم ایک ہوشیار تاجر ہو لیکن تمہیں اِس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ تمہارا مستقبل یثرب کے باقی یہودیوں سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اور یہودیوں کو مستقبل کے خطرات سے بچانے کی واحد صورت یہی ہے کہ اوس اور خزرج کے درمیان مصالحت کے امکانات پیدا نہ ہونے پائیں۔ اگر ہبیرہ جیسے لوگ بجھتی ہوئی آگ کے لئے نیا ایندھن مہیا کرسکتے ہیں تو ہمیں دل شکنی کی بجائے اُن کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ——— اِس مقصد کے لئے اگر ہمیں انہیں مُفت بھی تلواریں دینی پڑیں تو یہ سودا مہنگا نہیں ہوگا۔"

شمعون نے جواب دیا۔"جناب! آپ اطمینان رکھئیے! میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اوس اور خزرج زیادہ عرصہ امن سے نہیں رہ سکیں گے۔"

باب (۴)

یروشلم سے آگے، بنوکلب اور بنوغطفان کے تاجروں کے ہمراہ ایک طویل سفر کے بعد عاصم کا راستہ جدُا ہوگیا اور پھر ایک روز، غروب آفتاب کے وقت، وہ سنگلاخ چٹانوں اور ریت کے ٹیلوں کے درمیان، ایک تنگ وادی سے گزر رہا تھا۔ صحرا کی ہوا بتدریج خنک ہورہی تھی۔

عاصم نے اچانک اپنا گھوڑا روکا اور مڑکر عباد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"اب ہم آگے نہیں جاسکتے، میرا گھوڑا بہت تھک گیا ہے۔ ہمارے لئے راستے سے ہٹ کر اِس وادی کے دوسری طرف قیام کرنا بہتر ہوگا۔ تم یہیں ٹھہرو، میں کوئی موزوں جگہ دیکھ کر ابھی آتا ہوں۔"

عباد نے کہا۔"میں خود آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ہمیں ٹھہرنا چاہیئے۔ آج سے کوئی بیس سال پہلے جب میں پہلی مرتبہ آپ کے والد کے ساتھ شام کے سفر پر گیا تھا تو واپسی پر ایک رات یہیں قیام کیا تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس وقت بھی ہم شام میں گھوڑے بیچ کر آئے تھے۔ لیکن اُس وقت ہم تنہا نہ تھے، ہمارے ساتھ یمن کے تاجروں کا ایک قافلہ تھا۔ وہ دن بہت اچھے تھے۔ ہمارے ساتھ قبیلۂ خزرج کے چند آدمی بھی سفر کر رہے تھے اور ہمیں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ جب ہم دمشق سے واپس روانہ ہوئے تھے تو ......"

عباد کے ذہن میں ایک پوری داستان کا مواد آچکا تھا، لیکن عاصم نے اچانک باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور آن کی آن میں، بائیں ہاتھ، ریت کے ایک ٹیلے پر جا پہنچا۔ وہاں سے دوسری طرف ایک اور تنگ وادی کا جائزہ لینے کے بعد اُس نے ہاتھ اونچا کرکے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ اُس طرف چل پڑا۔ عاصم گھوڑے

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

سے کود پڑا اور اُس کی باگ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اترنے لگا۔ نشیب میں ایک جگہ ببول کی چند جھاڑیاں تھیں۔ عاصم نے اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑے کا ساز اتارا اور اُس کے گلے کا رسا کھول کر ایک جھاڑی سے باندھ دیا۔ خرجی سے کچھ جَو نکال کر چمڑے کے توبڑے میں ڈالے اور انہیں چھاگل کے پانی سے تر کرنے کے بعد توبڑے کو ایک طرف رکھ دیا۔ گھوڑے نے توبڑا دیکھتے ہی ہنہنانا اور اچھلنا شروع کر دیا۔ عاصم نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو تھپکیاں دیتے ہوئے کہا۔ "دوست مجھے معلوم ہے تم بہت بھوکے ہو لیکن ابھی تھوڑی دیر انتظار کرو۔" پھر وہ جھاڑیوں کی طرف بڑھا اور اُن کی سوکھی ٹہنیاں توڑ کر ایک جگہ جمع کرنے لگا۔ اتنی دیر میں عباد بھی پہنچ گیا اور اُس نے اپنے اونٹ کو بٹھا کر اُترتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں یہاں سردی اتنی نہیں ہوگی کہ ہمیں رات کے وقت آگ جلانے کی ضرورت پیش آئے۔" عاصم نے جواب دیا۔ "خیال تو میرا بھی یہی ہے تاہم احتیاطاً یہ ایندھن جمع کر لیا ہے۔ اگر سردی زیادہ ہو گئی تو آگ جلالیں گے۔ تم پانی کا مشکیزہ اور کھانے کا سامان اتار لو اور اونٹوں کو ان جھاڑیوں سے باندھ دو۔ باقی سامان اتارنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں کہ چاند ہم گھر پہنچ کر دیکھیں۔ مشکیزے میں پانی کافی ہے تم کچھ گھوڑے کو پلادو۔ میں نے توبڑے میں جَو بھگو دیئے ہیں۔"

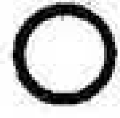
تھوڑی دیر بعد رات ہو چکی تھی۔ اونٹ ببول کی ٹہنیاں نوچ رہے تھے اور گھوڑا توبڑے میں منہ ڈالے، جَو چبا رہا تھا۔ عاصم نے عباد کے ساتھ بیٹھ کر پنیر سے جَو کی روٹی کے چند نوالے کھائے اس کے بعد پانی پیا اور ٹھنڈی ریت پر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "ہمیں آگ کی ضرورت نہیں۔ تم اطمینان سے سو جاؤ میں آدھی رات تک پہرا دوں گا۔"

عباد کی آنکھیں پہلے ہی نیند سے بوجھل تھیں وہ فوراً لیٹتے ہوئے بولا۔ "دیکھئے، جب آپ کو نیند آنے لگے، تو مجھے ضرور جگا دیں۔ رات کے وقت ہم میں سے ایک کو پہرا ضرور دینا چاہیئے۔"

"تم میری فکر نہ کرو، میں نے کل رات خاصا سو لیا تھا۔ اب اگر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو بھی اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دونگا۔"

تھوڑی دیر بعد عباد خراٹے لے رہا تھا اور عاصم چت لیٹا ستاروں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے خیالات مختلف سمتوں میں پرواز کر رہے تھے، کبھی وہ شام کے شہروں کی پُر رونق گلیوں اور بازاروں کا طواف کر رہا تھا اور کبھی یثرب کے نخلستانوں کی سیر کر رہا تھا۔ وہ تقریباً چار مہینے کے طویل سفر کے بعد اپنے گھر جا رہا تھا اور راستے کی تمام

دشواریوں کے باوجود اُس کا یہ سفر اس کی توقع سے زیادہ کامیاب رہا تھا۔



امن کے دنوں میں، عرب کی حدود کے اندر، عاصم اپنے آپ کو نسبتاً محفوظ سمجھتا تھا، تاہم قافلے سے جدا ہونے کے بعد اُس نے احتیاطاً راستے کی صرف اُن بستیوں سے گزرنا مناسب سمجھا جن میں رہنے والے قبائل اہلِ یثرب سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اُسے اِس بات کا شدید احساس تھا کہ اُس کا بخیر و عافیت گھر پہنچنا، اُس کے خاندان کی عزت کا مسئلہ ہے۔

اور اب وہ کسی ناخوش گوار حادثے سے دوچار ہوئے بغیر اپنی منزلِ مقصود کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جب وہ سوچتا کہ میں صرف کپڑا فروخت کر کے اپنے چچا کا تمام قرضہ چکا سکوں گا، اور دمشق کی خوبصورت تلواریں دکھا کر قبیلہ اوس کے ہر نوجوان سے دادو تحسین حاصل کر سکوں گا تو اُس کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی لیکن جب اُسے اپنے گھر کا خیال آتا تو وہاں کے مناظر اس دشت کی تنہائی سے زیادہ وحشت ناک محسوس ہوتے۔ اُس کی ماں اُسے بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گئی تھی۔ اُس کے دو بھائی جن کی شجاعت و جواں مردی پر سارے قبیلے کو فخر تھا، وہ لڑائی میں کام آچکے تھے، اُس کا باپ اپنے کسی عزیز کی، ایک مدت تیمار داری کرنے کے بعد گھر واپس آرہا تھا کہ کسی نے بے خبری کی حالت میں پیچھے سے حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اب عاصم کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے عزیزوں کے خون کا انتقام لینا تھا۔ اُس کے بھائیوں، اُس کے باپ اور اُس کے ابنِ عم کی روحیں پیاسی تھیں اور یہ پیاس صرف بنو خزرج کے خون سے بجھائی جا سکتی تھی —— ہبیرہ اُس کا چچا اپنے دائیں ہاتھ سے محروم ہونے کے باعث تلوار اٹھانے کے قابل نہ تھا۔ ہبیرہ کے چھوٹے بیٹے سالم کی عمر ابھی چودہ سال سے بھی کم تھی۔ اور اُس کی بہن سعاد اُس سے کوئی دو سال چھوٹی تھی۔ ان حالات میں اپنے گھرانے کے زندہ افراد کے حوصلے قائم رکھنے اور مرنے والوں کی روحوں کو آسودہ کرنے کی ساری ذمہ داری عاصم پر عائد ہوتی تھی۔

وہ فطرتاً ظالم یا خونخوار نہیں تھا لیکن اُس نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی تھی جس میں خاندانی یا قبائلی حمیت پر جان دینا ایک نوجوان کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا۔ اپنے معذور چچا اور اُس کے کمسن بچوں کی بے بسی اُس

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ شام کی طرف روانہ ہوتے وقت اُس نے ہبیرہ، سالم اور سعاد کے سامنے منات کی قسم کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ "جب میں واپس آؤں گا تو تم لوگ فخر سے سر اٹھا کر یہ کہہ سکو گے کہ ہم اپنے دشمنوں سے انتقام لے چکے ہیں اور شمعون بھی ہمیں اپنا مقروض ہونے کا طعنہ نہیں دے سکے گا ـــــ آپ کو اس بات کا ملال نہیں ہونا چاہیئے کہ ہمارے قبیلے کے سرکردہ لوگ لڑائی سے اکتا چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اُن کی غیرت کو زندہ کر سکوں گا۔" اور اب وہ صحرا کی ٹھنڈی ریت پر لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ یہ نئی تلواریں جو اُس نے شام سے حاصل کی ہیں عنقریب اُن جوانوں کے ہاتھ میں ہوں گی جو قبیلے کے ایک ایک مقتول کا انتقام لینے کا عہد کریں گے پھر کوئی عرب ہماری آئندہ نسلوں کو یہ طعنہ نہیں دے گا کہ تمہارے اسلاف اس قدر بے حمیت تھے کہ وہ دشمن کے خون سے اپنے عزیزوں کی روحوں کی پیاس نہ بجھا سکے۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا ہمارے انتقام لے چکنے کے بعد یہ جنگ ختم ہو جائے گی؟ نہیں، یہ جنگ ختم نہیں ہوگی! ہماری غیرت و حمیت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے عزیزوں کی روحوں کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے دشمنوں کا خون پیش کریں۔ اور یہی حال بنو خزرج کا ہے۔ ہم دونوں اس جنگ کو جاری رکھنے پر یکساں مجبور ہیں۔ یہ انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ کب تک جاری رہے گا؟

عاصم کے ذہن میں اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا وہ ذہنی الجھاؤ کی حالت میں دیر تک بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ پھر حال اور مستقبل کے تلخ حقائق سے منہ پھیر کر، ماضی کے سپنوں میں پناہ لینے لگا۔ اُسے بچپن کے وہ دن یاد آ رہے تھے جب اوس اور خزرج پر امن ہمسایوں کی طرح رہتے تھے اور وہ خزرج کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں یثرب کے نخلستان کتنے خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اُن دنوں بستیوں میں کتنی چہل پہل ہوتی تھی۔ اپنے بچپن کے ساتھیوں کی شوخیوں اور شرارتوں کے تصوّر سے عاصم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

صحرا کی ہوا اب خاصی سرد ہو چکی تھی، وہ آگ جلانے کے ارادے سے اُٹھا۔ اچانک اُسے دور سے کسی کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا، کچھ دیر بعد وہ اِسے اپنا وہم سمجھ کر لکڑیوں کے ڈھیر کی طرف بڑھا لیکن چند اور آوازیں آئیں اور اُس نے جلدی سے اپنی کمان اور ترکش اٹھانے کے بعد عباد کو جگاتے ہوئے کہا "عباد، ذرا ہوشیار ہو جاؤ میں نے اس ٹیلے کے اُس طرف، کچھ آوازیں سُنی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قافلہ گزر رہا ہو۔ میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔"

عباد اٹھ کر اپنے ہتھیار سنبھالنے لگا اور عاصم تیزی سے ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ چوٹی پر پہنچ کر اُسے کچھ فاصلے پر الاؤ کی روشنی میں چند آدمی اور گھوڑے دکھائی دیئے۔ یہ لوگ الاؤ کے گرد بیٹھے ہونے کی بجائے کھڑے ہو کر کسی بات پر تکرار کر رہے تھے۔ عاصم احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور ٹیلے سے نیچے اتر کر، چلنے کی بجائے زمین پر رینگنے لگا۔ کوئی بلند آواز میں چلّا رہا تھا "میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا، میں منات اور عزّیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ بہتان ہے، یہ جھوٹ ہے۔ سوتے میں کسی کے ہاتھ پاؤں جکڑ دینا بہادری نہیں۔"

اس کے بعد دوسری آواز سنائی دی "تم جھوٹے ہو اور تمہارے منات اور عزّیٰ بھی جھوٹے ہیں۔"

"میں تمہارے خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ موسیٰؑ کے خدا کی قسم۔ ٹھہرو! میری بات سنو! میں بے گناہ ہوں۔ میں نے اُسے ایک غلام کے ساتھ شرمناک حالت میں دیکھا تھا۔ اِس لئے اُس نے مجھ پر الزام لگا دیا ہے۔"

"تم جھوٹے اور مکّار ہو۔"

"یاد رکھو، میرا قبیلہ یثرب کے تمام یہودیوں سے انتقام لے گا۔"

دو آدمیوں نے جھک کر جلتی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں۔ اُس کے بعد پے در پے ضربوں کی آواز اور مضروب کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔

عاصم کے لئے یہ تمام واقعہ ایک معمّا تھا۔ ان لوگوں کی باتوں سے وہ صرف اتنا سمجھ سکا کہ جس شخص کو زدوکوب کیا جا رہا ہے وہ جکڑا ہوا ہے۔ اور زدوکوب کرنے والے یہودی ہیں۔ چند ثانیئے وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ ایک طویل اور کٹھن سفر کے بعد، اپنی منزل مقصود کے قریب، اُسے بلاوجہ کسی خطرے کا سامنا کرنا گوارا نہ تھا۔ لیکن ایک بے بس انسان کی کرب انگیز چیخیں سُن کر اُس کی رگِ حمیّت پھڑک اٹھی اور اس نے اچانک ایک آدمی کے پاؤں کا نشانہ باندھ کر تیر چلا دیا۔ زخمی ہونے والے نے "ہائے" کہہ کر لکڑی پھینک دی اور عاصم نے کمان میں دوسرا تیر چڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا "بزدلو، خبردار! تم ہماری زد میں ہو اور اب ہمارے تیروں کا نشانہ تمہارے دل ہوں گے۔"

فضا میں ایک ثانیئے کے لئے سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک آدمی بھاگا اور اچھل کر اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھتے ہوئے چلّایا "بدو آ گئے! یہاں سے بھاگو!"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

آن کی آن میں چاروں آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے اور عاصم الاؤ کی طرف دوڑا۔ وہاں رسیوں میں جکڑا ہوا ایک آدمی جس کا چہرہ خاک اور خون میں لت پت تھا بے ہوش پڑا تھا۔ اور بھاگنے والوں کے پانچ گھوڑے اور سامان سے لدے ہوئے دو اونٹ جھاڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ الاؤ کے قریب ہی پانی کا ایک مشکیزہ اور کھانے کے چند برتن پڑے تھے۔

عاصم نے جلدی سے پانی کا مشکیزہ اٹھا کر زخمی کے منہ پر چھینٹے مارے۔ اُس نے کچھ دیر کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں اور وحشت ناک آواز میں چلایا "میں بے قصور ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں کھول دو، مجھے جانے دو"

عاصم نے اُس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دشمن بھاگ گئے ہیں، اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں"

زخمی نے غور سے عاصم کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ عاصم نے قریب پڑے ہوئے برتنوں میں سے مٹی کا ایک پیالہ اٹھایا اور پانی سے بھر کر اُس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ زخمی نے آنکھیں کھولے بغیر پانی کے چند گھونٹ پی لئے۔ اُس کے سر اور کنپٹیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ عاصم نے اُس کی قبا پھاڑ کر زخموں پر پٹیاں باندھیں اور پھر اپنا خنجر نکال کر اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ اِس کے بعد اُس نے ایک دھجی پانی سے تر کی اور اُس کے چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنے لگا۔

زخمی نے جلدی سے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ عاصم نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا "گھبراؤ نہیں، میرے دوست میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا"

زخمی نے کہا "تم نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے؟"

"ہاں! مجھے افسوس ہے کہ میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ تم کون ہو اور وہ لوگ کون تھے؟"

زخمی اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے بولا "تم نے کہا ہے کہ مجھے اب کوئی خطرہ نہیں"

"ہاں تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیئے"

عاصم نے بھیگے ہوئے کپڑے سے زخمی کا چہرہ پونچھتے ہوئے کہا "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا تم کون ہو؟"

زخمی نے آنکھیں کھولیں اور جواب دیا "تم جانتے ہو! میں کون ہوں؟"

عاصم نے الاؤ کی روشنی میں غور سے اُس کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں اضطراب، نفرت اور حقارت کا ایک طوفان محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ عمیر بن عدی تھا۔ جس کا خاندان اور قبیلہ اُس کے خاندان اور قبیلے کے خون کا پیاسا تھا۔ عاصم بے حس و حرکت کھڑا، یہ محسوس کر رہا تھا کہ عمیر کے بزرگوں، بھائیوں اور عزیزوں کی روحیں اُس کے بزرگوں، بھائیوں اور عزیزوں کی روحوں کا مذاق اڑا رہی ہیں اور وہ اپنے قبیلے سے بدعہدی کا مرتکب ہو چکا ہے۔

عمیر نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اُس کے پاؤں پر رکھ دیا اور التجا آمیز لہجے میں بولا "عاصم تم مجھے پناہ دے چکے ہو" اور عاصم اس طرح مضطرب ہو کر پیچھے ہٹا جیسے کوئی زہریلا سانپ اُس کے پاؤں پر رینگ رہا ہو۔

عباد نے چند قدم کے فاصلے سے آواز دی "عاصم! عاصم تم ٹھیک ہو نا؟"

"میں ٹھیک ہوں" اُس نے جواب دیا "تمہیں وہیں رہنا چاہیئے تھا"

عباد نے آگے بڑھ کر پوچھا "کیا ہوا؟ یہ گھوڑے کس کے ہیں۔ اور یہ نوجوان کون ہے؟"

عاصم نے جھک کر اپنی کمان اٹھاتے ہوئے کہا "مجھے معلوم نہیں۔ آؤ چلیں"

عمیر نے دردناک لہجے میں کہا "عاصم! تم اگر چاہو تو مجھ سے انتقام لے سکتے ہو۔ میں ان یہودیوں کی بجائے تمہارے ہاتھوں قتل ہونا بہتر سمجھتا ہوں"

عاصم کچھ کہے بغیر وہاں سے چل دیا اور عباد ایک ثانیہ توقف کے بعد اُس کے پیچھے ہو لیا۔ عمیر اٹھ کر چلایا "عاصم ٹھہرو! مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ یہاں رات کے وقت بھیڑیے مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔ عاصم! عاصم!" وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا لیکن چند قدم چلنے کے بعد منہ کے بل گر پڑا۔

عاصم رک گیا۔ اُس نے عباد کی طرف دیکھا اور کہا "عباد! یہ عمیر ہے عدی کا بیٹا۔ اور میں اسے ایک مظلوم و بے بس انسان سمجھ کر پناہ دے چکا ہوں۔ اب میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا لیکن اس کی مدد کرنا بھی میرے بس کی بات نہیں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسے مارنے والے کون تھے۔ تم جانوروں کو لے آؤ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا"

عباد نے کہا "اگر آپ اسے پناہ دے چکے ہیں تو اتنا ضرور یاد رکھیئے کہ آپ ہبیرہ کے بھتیجے اور سہیل کے بیٹے ہیں"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

"تم جاؤ!" عاصم نے برہم ہو کر کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ ہم فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں، اب مجھے آرام کی ضرورت نہیں۔"

عباد چلا گیا اور عاصم واپس آ کر عمیر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ عمیر منہ کے بل پڑا ہوا تھا۔ عاصم نے قدرے توقف کے بعد اُسے آواز دی "عمیر! عمیر!" عمیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ عاصم جھک کر اُس کی نبض ٹٹولنے لگا۔ وہ زندہ تھا۔ عاصم نے اُسے اُٹھایا اور الاؤ کے قریب لٹا دیا۔ الاؤ میں جلنے والی لکڑیاں انگاروں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ عاصم نے ایک اونٹ کا پالان اتارا اور انگاروں کے اوپر رکھ دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہونے لگے تو عمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

عمیر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد اپنی نظریں عاصم کے چہرے پر گاڑ دیں اور نحیف آواز میں کہنے لگا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اِس بیچارگی کی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے، تمہیں یاد ہے ایک دفعہ تم نے شمعون کے سامنے کہا تھا کہ وہ دن دور نہیں جب بنو اوس اور بنو خزرج متحد ہو کر یہودیوں کے خلاف لڑیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دن اب دُور نہیں۔"

عاصم نے روکھے انداز میں کہا۔ "مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں، میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں مارنے والے کون تھے؟"

"وہ خیبر کے یہودیوں میں سے شمعون کا کوئی رشتہ دار تھا اور باقی اُس کے نوکر تھے۔ میں تمہیں اپنی پوری سرگزشت سناتا ہوں۔ مجھے پانی دو!"

عاصم نے اٹھ کر اُسے پانی پلایا اور عمیر نے اپنی سرگزشت شروع کی۔ "یہ یہودی خیبر سے گھوڑے خریدنے آیا تھا۔ اور شمعون کا مہمان تھا۔ جب اُس نے گھوڑے خرید لئے تو شمعون نے مجھ سے کہا کہ تم اِسے خیبر تک پہنچا آؤ۔ میرا باپ شمعون کا رہا سہا قرضہ چکانے کا انتظام کر چکا تھا اور میں اِسی ہفتے اُس سے رہائی پا کر اپنے گھر جانے والا تھا۔ لیکن شمعون نے اتنا اصرار کیا کہ میں خیبر کے یہودی کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔ یہودی نے اپنی طرف سے مجھے ایک معقول معاوضے کا لالچ بھی دیا تھا۔ یہ فیصلہ رات کے وقت ہوا تھا اور میں چاہتا تھا کہ روانگی سے پہلے اپنے

گھر ہو آؤں لیکن ہمارا قافلہ پچھلے پہر روانہ ہو گیا اور مجھے اپنے گھر والوں کو یہ بتانے کا موقع بھی نہ ملا کہ میں خیبر جا رہا ہوں۔ یہ جگہ ہماری دوسری منزل تھی۔ ہم یہاں غروب آفتاب کے بعد پہنچے۔ کھانا کھانے کے بعد یہودی نے مجھ سے کہا "تم سو جاؤ، پہلے پہر میرے آدمی پہرا دیں گے اِس کے بعد تمہیں جگا دیا جائے گا۔ میں الاؤ کے پاس سو گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی نے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے اور یہودی اور اُس کے نوکر میرے چاروں طرف کھڑے تھے۔ یہودی نے مجھے گالیاں دیں، اور اُس کے نوکر مجھ پر ٹوٹ پڑے۔"

عاصم نے پوچھا "خیبر کے یہودی کو تم سے کیا دشمنی تھی؟"

عمیر نے جواب دیا "اُسے مجھ سے کوئی دشمنی نہ تھی لیکن شمعون مجھے کسی بہانے گھر سے دور بھیج کر قتل کرانا چاہتا تھا اور مجھے روانہ ہوتے وقت یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں آپ کو پورا واقعہ سناتا ہوں۔ شمعون نے اپنی بیوی کی موت کے بعد خیبر کی ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی تھی۔ اِس بدقماش لڑکی نے شمعون کے غلام سے ناجائز تعلقات پیدا کر لئے، ایک رات میں نے انہیں مکان سے باہر باغ میں پکڑ لیا۔ وہ میرے پاؤں پر گر پڑے مجھے اِس عورت سے زیادہ غلام کی بے کسی پر رحم آ گیا اور میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ اگر آئندہ تم نے کوئی شرمناک حرکت نہ کی تو میں تمہارا راز افشا نہیں کروں گا۔ اِس کے بعد چند دن خیریت سے گزر گئے، لیکن پھر شمعون کی بیوی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگی۔ ایک دن شمعون اور اُس کے لڑکے شہر گئے ہوئے تھے اور میں باغ میں کام کر رہا تھا۔ اُس نے خادمہ کو بھیج کر مجھے بلایا لیکن میں نے شمعون کی غیر موجودگی میں اندر جانے سے انکار کر دیا۔ رات کے وقت میں ڈیوڑھی کے باہر سو رہا تھا کہ وہ میرے پاس آ گئی۔ پاس ہی دو اور نوکر سو رہے تھے۔ میں بے عزتی کے خوف سے بھاگا اور سیدھا گھر چلا گیا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اب شمعون کے گھر نہیں رہنا چاہتا اِس لئے آپ بلا تاخیر اُس کا قرضہ چکا دیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں اِسی ہفتے قرضہ چکا دوں گا۔ لیکن اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔ مجھے اندیشہ تھا کہ شمعون کی بیوی مجھ سے انتقام لینے کے لئے کوئی تہمت تراشے گی۔ وہ مجھے اِس قسم کی دھمکیاں دے بھی چکی تھی۔ اس لئے میں اپنے باپ کے اصرار کے باوجود واپس نہ گیا۔ لیکن دو دن بعد شمعون خود مجھے لینے آ گیا اور اُس کی باتوں سے میرے خدشات دور ہو گئے۔ میرے والد نے مجھے شمعون کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے اِس بات کا تسلّی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

دی کہ میں بہت جلد باقی رقم ادا کر کے تمہیں واپس لے آؤں گا۔"

اِس کے بعد تیسرے دن مجھے اِس سفر پر بھیج دیا گیا۔ اس جگہ جب ان لوگوں نے مجھے گالیاں دینا شروع کیں تو میں سمجھ گیا کہ اس قدر اصرار کے ساتھ مجھے ان کے ہمراہ بھیجنے سے شمعون کا اصل مقصد کیا تھا۔ یہ یہودی بار بار مجھ پر الزام لگا رہا تھا کہ میں نے اُس شخص کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے جس نے مجھے اپنے بچوں کی طرح پالا ہے۔ یہودی نے اپنے نوکروں کو حکم دیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے راستے سے دور کسی جگہ دفن کر دیں۔ ان حالات میں کون کہہ سکتا تھا کہ تم میری جان بچانے کو یہاں پہنچ جاؤ گے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ منات اور عزیٰ جھوٹے ہیں اور منات اور عزیٰ نے تمہیں میری مدد کے لئے بھیج دیا۔ عاصم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مجھے یہاں مرنے کے لئے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے؟"

عاصم نے کوئی جواب نہ دیا اور عمیر نے مایوسی کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی بالآخر عمیر نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا "شمعون کو یقین ہو گا کہ میں مر چکا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے اچانک غائب ہو جانے کے متعلق وہ کس قسم کے قصے مشہور کرے گا۔ وہ مجھ پر کوئی ایسا الزام لگائے گا کہ میرے قبیلے کے لوگ مجھ پر لعنت بھیجیں گے۔ مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ، اپنے ہاتھوں سے میرا کام تمام کر دو اور میری لاش کو کسی ایسی جگہ چھپا دو کہ کسی کو سراغ نہ مل سکے۔ میں تمہاری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا۔ اس ویرانے میں میری موت یقینی ہے۔"

عاصم نے عمیر کی طرف دیکھا اور اضطراب کی حالت میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "تم جانتے ہو کہ میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔ اور وہ یہ کہ تم کسی سے میرا ذکر نہیں کرو گے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے قبیلے کے لوگ میرا مذاق اڑائیں۔"

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" عمیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

عاصم نے پوچھا "تم گھوڑے پر سواری کر سکو گے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔" عمیر نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "میرا سر پھٹ رہا ہے۔ اور میرا جسم سن ہو رہا ہے لیکن میں کوشش کروں گا۔"

"ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ کہیں آس پاس چھپ کر ہمیں دیکھ رہے ہوں گے۔"

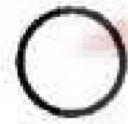
عاصم اور عمیر کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے اتنے میں عباد گھوڑا اور اونٹ لے کر پہنچ گیا۔

عاصم نے کہا "عباد! میں عمیر کو جلد از جلد اس کے گھر پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم ان میں سے ایک گھوڑا پکڑ لاؤ۔"

"ٹھہریئے! میرا گھوڑا شاید یہیں ہو میں اُسی پر سواری کروں گا۔" عمیر یہ کہہ کر اُٹھا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبائے، لڑکھڑاتا ہوا جھاڑیوں سے بندھے ہوئے گھوڑوں کی طرف بڑھا۔

عباد نے عاصم سے پوچھا "آپ یہ باقی گھوڑے اور اونٹ یہیں چھوڑ جائیں گے؟"

عاصم نے جواب دیا "نہیں یہ غنیمت کا مال ہے، ان کی رسیاں کھول دو، یہ خود بخود ہمارے پیچھے بھاگیں گے لیکن اگر کوئی جانور پیچھے رہ جائے تو تمہیں اُس کی فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں صبح تک ایک منزل ضرور طے کر لینی ہے۔ جب دھوپ تیز ہو جائے گی تو ہم کسی جگہ چند گھڑی سستا لیں گے۔ پھر، اگر راستے میں اِس کی حالت زیادہ خراب نہ ہو گئی تو ہم کل رات گھر پہنچ جائیں گے۔"



آفتاب غروب ہو چکا تھا اور عدی کے مکان کے ایک کشادہ کمرے میں چراغ جل رہا تھا۔ سمیرا ایک نو عمر، صحت مند اور خوبصورت لڑکی چراغ دان کے قریب بیٹھی کپڑے سینے میں مصروف تھی۔ عدی کا چھوٹا لڑکا نعمان جس کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی اُس کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ عدی کا دوسرا لڑکا عتبہ کمرے میں داخل ہوا اور نعمان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا "سمیرا، تم دو دن سے اِس میں لگی ہوئی ہو یہ قمیص کب ختم ہو گی؟"

سمیرا نے جواب دیا "مجھے وقت ہی کہاں ملتا ہے۔ سارے دن گھر کے کام میں مصروف رہتی ہوں۔"

نعمان نے کہا "اخی! سمیرا نے ہماری قمیصیں کبھی اتنے شوق سے نہیں سیں۔"

"بس، ختم ہو گئی" سمیرا نے جلدی جلدی چند ٹانکے لگانے کے بعد دانتوں سے دھاگا توڑا اور سوئی پاس ہی ایک طاقچے میں رکھ دی، پھر اُس نے قمیص پھیلا کر اپنے بھائیوں کو دکھاتے ہوئے کہا "کیوں ٹھیک ہے نا؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

عتبہ نے اپنے کشادہ چہرے پر ایک شرارت آمیز تبسم لاتے ہوئے کہا "مجھے تو بالکل پسند نہیں۔ شاید عمیر کو پسند آجائے۔ اب ہمیں کھانا دو بھوک لگ رہی ہے۔"

"نہیں پہلے مجھے یہ قمیص پہن کر دکھائیے۔"

عتبہ نے کہا "بہت اچھا، لیکن اگر مجھے پسند آگئی تو میں اتاروں گا نہیں۔"

سمیرا نے بے چین ہو کر کہا "جلدی کیجئے، وہ آنے والے ہیں۔"

نعمان نے کہا "اخی! اباجان کو بہت دیر ہو گئی ہے ہمیں معلوم کرنا چاہیئے۔"

"وہ آرہے ہونگے۔" عتبہ نے یہ کہتے ہوئے اپنی قمیص کے اوپر نئی قمیص پہن لی۔

نعمان نے کہا "ارے یہ تو بہت ڈھیلی ہے۔"

سمیرا نے جواب دیا "لیکن عمیر کے بالکل ٹھیک آئے گی، اُس دن وہ آئے تھے تو میں نے اُن کا ناپ لے لیا تھا۔"

عتبہ نے کہا "سمیرا! تم عمیر کا بہت خیال رکھتی ہو۔"

سمیرا نے بگڑ کر جواب دیا "کیوں نہ رکھوں، کیا ہمارے خاندان پر اُس کا احسان سب سے زیادہ نہیں؟ اُس نے ہماری خاطر اتنے سال ایک ذلیل یہودی کی نوکری میں گزار دیئے ہیں۔"

عتبہ نے کہا "ارے، تم تو خفا ہو گئیں۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ خاندان پر اُس کا احسان نہیں۔"

باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور سمیرا نے مضطرب ہو کر کہا "وہ آرہے ہیں۔ آپ جلدی سے قمیص اُتار دیں۔"

عتبہ نے قمیص اتار کر اُسے دے دی۔ عدی کمرے میں داخل ہوا۔

سمیرا نے قدرے بے چین ہو کر پوچھا "ابا! آپ اکیلے آئے ہیں، بھائی کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟"

عدی جواب دینے کی بجائے نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔ اور سمیرا اور اُس کے بھائی اُس کے تیور دیکھ کر سہم گئے۔

چند ثانیئے کمرے میں خاموشی طاری رہی، بالآخر سمیرا نے کہا "کیا ہوا آپ پریشان کیوں ہیں؟"

عدی نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "مجھے عمیر سے یہ توقع نہ تھی۔"

عتبہ نے پوچھا "اباجان! عمیر نے کیا کیا؟ کیا گھر آنے سے انکار کر دیا؟"

"اگر وہ گھر آنے سے انکار کر دیتا تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ لیکن اُس نے مجھے دنیا کے سامنے ذلیل کر دیا۔ اب کوئی یہودی ہمارا اعتبار نہیں کرے گا۔"

سمیرا نے کرب انگیز لہجے میں پوچھا "اباجان بتائیے تو سہی، اُس نے کیا کیا؟"

"وہ شمعون کے گھر سے دو سو دینار چوری کر کے بھاگ گیا۔"

عتبہ نے کہا "نہیں! اباجان! یہ بات ناقابلِ یقین ہے۔ عمیر چوری نہیں کر سکتا۔ اُس کے بدترین دشمن بھی اُسے چور ہونے کا الزام نہیں دیں گے۔"

"پھر وہ بھاگا کیوں؟ میں نے اتنی مصیبتوں سے شمعون کا قرضہ چکایا تھا۔ صرف بیس دینار باقی تھے اور وہ بھی میں آج دے کر گیا تھا۔ اب یکایک اُس کے غائب ہو جانے سے شمعون کا ہر الزام صحیح سمجھا جائے گا۔"

عتبہ نے کہا "ہمارے قبیلے کا کوئی آدمی اس الزام کو درست تسلیم نہیں کرے گا۔"

عدی نے جواب دیا "ہمارے قبیلے کے آدمیوں کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یثرب کے یہودی شمعون کی بات رد نہیں کریں گے۔ وہ انہیں ہمارے خلاف بھڑکائے گا اور اگر یہودیوں نے ہم سے لین دین بند کر دیا تو اس کی ساری ذمہ داری میرے خاندان پر ہوگی۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

عتبہ نے پوچھا "عمیر کب سے غائب ہے؟"

"اُسے غائب ہوئے تین دن ہو چکے ہیں۔"

"تین دن؟ اور شمعون نے آپ کو آج اطلاع دی ہے؟"

عدی نے جواب دیا "شمعون کہتا ہے کہ گھر میں نقدی کے صندوق کی کنجیاں اکثر اُس کے پاس رہتی تھیں۔ پرسوں اُس نے مجھے کنجیاں واپس دیتے ہوئے کہا کہ اب میرا جی یہاں نہیں لگتا۔ تمہارے قرضے کی باقی رقم دو چار دن کے اندر اندر ادا ہونے والی ہے۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن اُس نے اس قدر اصرار کیا کہ میں نے اُسے زبردستی روکنا مناسب نہ سمجھا۔"

سمیرا نے کہا "وہ یہودی یقیناً جھوٹ بولتا ہے اگر عمیر نے اُس کے گھر میں چوری کی ہوتی تو وہ اُسی وقت

ترتیب و پیشکش سعیدخان
www.pdfbooksfree.pk

بھاگتا ہوا آپ کے پاس آتا۔"

عدی نے جواب دیا "لیکن شمعون یہ کہتا ہے کہ چوری کے متعلق اُسے ابھی معلوم ہوا ہے۔ میرے وہاں پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے کوئی اُس سے قرض مانگنے آیا تھا۔ اُس نے نقدی کا صندوق کھولا، تو معلوم ہوا کہ دو سو دینار کی ایک تھیلی غائب ہے۔"

عتبہ نے کہا "اباجان! یہ سراسر جھوٹ ہے۔ عمیر کہا کرتا تھا کہ شمعون اپنے بیٹوں پر بھی اعتبار نہیں کرتا۔ یہ اُس کی شرارت ہے۔ اگر میرے بھائی کو بھاگنا تھا تو اُس نے ایک ہی تھیلی کیوں اٹھائی، پورا صندوق خالی کیوں نہیں کیا۔ پھر وہ گھر کے سوا جا کہاں سکتا تھا؟"

عدی نے کہا "بیٹا مجھے بھی یقین نہیں کہ عمیر ایسی حرکت کر سکتا ہے لیکن ایک بات شمعون کے حق میں جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمیر غائب ہے۔ وہ نہ شمعون کے گھر میں ہے اور نہ یہاں آیا ہے۔ کوئی باشعور آدمی یہ نہیں مانے گا کہ وہ بلاوجہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ جب تک اُس کا پتا نہیں چلتا ہم کسی سے آنکھ اُٹھا کر بات نہیں کر سکتے۔ تم فوراً اُس کی تلاش شروع کر دو، وادی میں اُس کے جتنے دوستوں کو تم جانتے ہو، اُن کے پاس جاؤ ممکن ہے کہ وہ شرم و ندامت کی وجہ سے کسی کے گھر چھپا ہوا ہو۔ نعمان تم بھی جاؤ۔ شمعون نے مجھے آٹھ پہر کی مہلت دی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر اس عرصے میں مجھے چوری کا مال واپس نہ ملا تو میں یہ واقعہ تمام وادی میں مشہور کر دوں گا۔ میں شہر جاتا ہوں ممکن ہے وہ شراب کے نشے میں چور کہیں پڑا ہو۔ یا کسی جواری کے ہتھے چڑھ کر سب کچھ گنوا چکا ہو اور اب شرم سے منہ چھپائے پھرتا ہو۔ نوکروں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور دیکھو کسی کو یہ نہ بتانا کہ شمعون نے اُس پر الزام لگایا ہے۔ پوچھنے والوں سے صرف یہ کہنا کہ وہ گھر سے روٹھ کر کہیں چلا گیا ہے۔ پہلے اپنے تمام رشتہ داروں کے پاس جاؤ اس کے بعد اُس کے دوستوں سے معلوم کرو۔"

عدی اُٹھ کر باہر جانے لگا تو سمیرا نے کہا "اباجان مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی بے قصور ہے لیکن اگر اُس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اُس پر سختی نہ کیجیے گا! اُس نے برسوں سے زندگی کی کوئی خوشی نہیں دیکھی اور آج اُسے گھر آنا تھا۔"

عدی نے جواب دیا "مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں، تم دعا مانگو کہ وہ ہمیں زندہ سلامت مل جائے۔"

باب (۵)

عدی اور اُس کے بیٹوں کو گھر سے نکلے ایک پہر گزر چکا تھا اور سمیرا چراغ کی روشنی میں تنہا بیٹھی انتہائی درد اور خلوص کے ساتھ یہ دعا مانگ رہی تھی "اے منات! تجھ سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ عمیر کہاں ہے؟ اُسے مصیبت سے بچا۔ اگر اُس نے چوری کی ہے تو اُس کی پردہ پوشی کر، اور اگر شمعون نے اُس پر تہمت لگائی ہے تو اُسے ذلیل و خوار اور رسوا کر۔ اگر عمیر واپس آ گیا تو میں مرتے دم تک تیرا احسان نہ بھولوں گی۔ میں ہر سال تیرے لئے نذرانہ لے کر قدیدجایا کروں گی۔ لیکن اگر تو نے اس مصیبت میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیا، تو میں تجھ سے روٹھ جاؤں گی اور تیری جگہ لات، ہبل اور عزیٰ کی پوجا کیا کروں گی۔ میں گھر گھر جا کر یہ اعلان کروں گی کہ تجھ سے کسی بھلائی کی امید رکھنا حماقت ہے۔ اے منات! اگر تو نے ہماری مدد نہ کی تو لوگ تیرا مذاق اڑائیں گے۔"

سمیرا چند بار یہ کلمات دہرانے کے بعد دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اچانک اُسے ایک آہٹ سنائی دی اور وہ بھاگ کر باہر نکل آئی۔ صحن میں پہنچ کر اُس نے محسوس کیا یہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اُس کا باپ اور بھائی گھر سے پیدل گئے تھے اور انہیں رخصت کرنے کے بعد اُس نے صحن کا پھاٹک بند کر دیا تھا، تاہم اُسے خیال آیا کہیں عمیر نہ ہو اور وہ دوڑتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی۔ گھوڑا پھاٹک کے قریب رُکا اور سمیرا نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا "کون ہے؟"

کسی نے باہر سے دریافت کیا "یہ عدی کا گھر ہے؟"

"ہاں!" اُس نے مضطرب ہو کر جواب دیا "تم کون ہو؟"